Uploaded by:
www.urdufanz.com
By: SHJ3

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ

اور — انسپکٹر جمشید سیریز ۳۵

سوٹ کیس کا سفر

اشتیاق احمد

السلام علیکم! سوٹ کیس کا سفر حاضر خدمت ہے، سفر پسند نہ آئے تو
خود سفر کر کے دیکھ لیجیے گا، عربی کا ایک مقولہ ہے، سفر عذاب کا ایک
ٹکڑا ہے، لہذا عذاب کا ٹکڑا بھلا کیسے پسند آ سکتا ہے، لیکن چونکہ
یہ سوٹ کیس کا سفر ہے اور سوٹ کیس کو عذاب اور ثواب کی فکر نہیں
ہوتی، اس لیے، اس بحث کو چھوڑیں، اس سفر سے ایک بات یہ بھی ثابت
ہوتی ہے کہ دنیا گول ہے.... ثابت ہونے کو تو اور بھی بہت سی باتیں
ثابت ہو سکتی ہیں، لیکن دو باتوں میں ان کی گنجائش نہیں، ہاں ایک خاص
بات ضرور ثابت ہوتی ہے، وہ آپ ناول میں ہی پڑھیں گے، میں اس
کی طرف اشارہ نہیں کروں گا، کیونکہ اشارہ کر کے آپ کے تجسس کا ستیاناس
مارنا نہیں چاہتا.... یہ اور بات ہے کہ تجسس کا ستیاناس یار لوگ بعض
اوقات خود ہی مار لیتے ہیں، وہ ایسے کہ جاسوسی ناول کے آخری صفحات
کھول کر دیکھنا شروع کر دیتے ہیں، ایسے میں انہیں مجرم کا نام نظر آ جاتا
ہے، میری آپ کو نصیحت ہے کہ میرے ناول ہاتھ میں لینے کے بعد
آخری صفحات ہرگز نہ کھول کر دیکھیں، ورنہ آپ یہ ضرور کہہ اٹھیں گے، یہ
سوٹ کیس کا سفر تھا، لاحول ولا قوۃ۔

کھلی دعوت

آج وہ سیٹھ ہارون کے گھر موجود تھے۔ سیٹھ ہارون خان رحمان کے
گہرے دوست تھے۔ ان کا بیٹا انجینئرنگ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے
بعد آج وطن واپس لوٹا تھا۔ اس کی آمد کی خوشی میں سیٹھ ہارون نے
اپنے خاص دوستوں کو کھلی دعوت دی تھی۔ سیٹھ ہارون کا دعوت نامہ
خان رحمان کو ملا تو انہوں نے فوراً انسپکٹر جمشید کو فون کیا، لیکن اس
وقت انسپکٹر جمشید گھر میں نہیں تھے، وہ انہیں دفتر بھی نہیں ملے،
چنانچہ انہوں نے ایک بار پھر گھر کے نمبر ڈائل کیے، ان کی آواز سنتے
ہی فاروق نے کہا:

"انکل شاید آپ بھول گئے، میں نے آپ کو ابھی ابھی بتایا ہے
کہ ابا جان گھر نہیں ہیں۔"

"نہیں بھئی! مجھے یاد ہے۔" خان رحمان مسکرا کر بولا۔

"تب پھر اتنی جلدی دوبارہ...." فاروق نے کہنا چاہا، لیکن خان
رحمان نے اس کی بات کاٹ دی اور بولے:

"سنو! تم سب آج شام چار بجے سیٹھ ہارون کے گھر پہنچ جانا۔"

"جی .... وہ کس لیے ، کیا وہاں کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے ۔"

"بھئی ، اگر کوئی گڑبڑ ہو جاتی تو میں یہ نہ کہتا کہ تم سب ..... ظاہر ہے کہ تمہاری امی کو کسی گڑبڑ کے سلسلے میں نہیں بلا جا سکتا ۔"

"اوہ تو کیا وہاں کوئی دعوت ہے ۔"

"ہاں ! اب تم ٹھیک سمجھے ۔" انہوں نے کہا۔

"لیکن انکل یہ سیٹھ ہارون کون ہیں ، انہوں نے ہمیں دعوت کس طرح دے دی ۔" فاروق نے پوچھا۔

"یہ دعوت انہوں نے تم لوگوں کو نہیں ، مجھے دی ہے اور وہ بھی کھلی دعوت ، کیونکہ وہ میرے گہرے دوست ہیں ۔" خان رحمان نے ہنس کر کہا۔

"جی کھلی دعوت .... کیا مطلب ، یہ دعوتیں بند اور کھلی کب سے ہونے لگیں ۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"کھلی دعوت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دوست اپنے تمام دوستوں کو بھی ساتھ لے کر آئیں گے ۔" خان رحمان نے فاروق کی بات پر ہنستے ہوئے کہا۔

"بہت بہتر انکل ! اب ذرا سیٹھ ہارون کا پتا بھی بتا دیں .... اس کے بعد ابا جان کی مرضی ہوئی تو ہم سب وہاں پہنچ جائیں گے ۔"

"اور ان کی مرضی کس طرح نہیں ہو گی ، ہائیں ! یہ تم نے کیا کہا ۔" خان رحمان نے گرج دار آواز میں کہا۔

"سوری انکل ! .... زبان پھسل گئی تھی ۔"

"یار یہ تمہاری زبان آج کل بات بے بات پھسلنے لگی ہے ..... ذرا اسے سمجھاؤ کہ یہ اچھی بات نہیں ہے .... میں بلاؤں اور انسپکٹر جمشید نہ آئے ، یہ کیسے ہو سکتا ہے .... اور ہاں پروفیسر داؤد بھی آ رہے ہیں ۔"

"کیا وہ بھی سیٹھ ہارون کے دوست ہیں ۔" فاروق نے حیران ہو کر پوچھا۔

"نہیں بھئی ! انہیں بھی میں ہی بلا رہا ہوں ۔"

"لیکن انکل ! اس طرح اگر سیٹھ ہارون کے تمام دوست اپنے کئی کئی دوستوں کو ان کے گھرانوں سمیت بلا لائے تو سیٹھ ہارون کی تو سٹی گم ہو جائے گی ۔" فاروق نے خیال ظاہر کیا۔

"نہیں گم ہو گی ، ان کی سٹی اتنی چھوٹی نہیں ، وہ بہت دولتمند ہیں اور پھر کھلی چھٹی انہوں نے اپنے خاص خاص دوستوں کو دی ہے ، تمام دوستوں کو نہیں ، لہذا اب بحث ختم ، تم سب کو ٹھیک چار بجے سیٹھ ہارون کے ہاں ہونا چاہیے ۔"

"بہت بہتر انکل ! ہو جائیں گے ۔" فاروق نے مسمسی صورت بنا کر کہا اور خان رحمان کے منہ سے قہقہہ ابل پڑا ، ساتھ ہی انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔ محمود اور فرزانہ فاروق کے کان کے پاس اپنے کان لیے کھڑے تھے ، لہذا انہوں نے ساری گفتگو سن لی :

"یار تم ہر وقت فضول باتیں شروع کر دیتے ہو ، ادھر ادھر کی

مانگنے لگتے ہو، اس طرح وقت ضائع کرتے ہو اور اپنے ساتھ ہمارا بھی
حرج کرتے ہو، آخر تمہیں کس دن عقل آئے گی۔"

"جس دن بھی آئی، تمہیں ضرور اطلاع دوں گا، اب تم بے پر کی
نہ اڑاؤ اور آؤ دعوت میں جانے کی تیاری کریں۔"

"توبہ ہے، اس گھر میں محاورات کی فضول خرچی حد سے بڑھ
گئی ہے، نہ جانے لوگ کفایت شعاری کرنا کیوں بھول گئے ہیں۔" فرزانہ
نے منہ بنا کر کہا اور اپنی امی کو دعوت کی تیاری کا کہنے کے لیے چلی گئی۔

لیکن پھر ایسا ہوا کہ ساڑھے تین بجے تک بھی انسپکٹر جمشید کا کہیں
پتا نہ چلا، وہ دفتر فون کر کر کے تھک گئے۔ آخر تھک ہار کر انہوں نے
خان رحمان کو فون کیا۔ دوسری طرف سے ظہو کی مسرت سے بھرپور آواز
سنائی دی:

"صاحب تو بیگم صاحبہ اور بچوں کے ساتھ سیٹھ ہارون کے گھر
جا چکے ہیں۔"

"تو تم اتنے خوش کیوں ہو رہے ہو۔" محمود نے حیران ہو کر پوچھا۔

"صاحب جب بھی کسی دعوت میں جاتے ہیں، مجھے بہت خوشی
ہوتی ہے، ہانڈی جلنے کا خوف جاتا رہتا ہے، کان پکڑنے سے
بچ جاتا ہوں اور اپنی مرضی کے کھانے پکا کر کھاتا ہوں۔"

"تو پھر آج کیا پکا رہے ہو؟"

"بغدادی ثرید، حلوہ بادام، سوئیوں کا زردہ اور مرغ کا متنجن۔"

"اور تم اکیلے اتنے بہت سے کھانے کھاؤ گے۔" محمود نے حیرت زدہ
لہجے میں کہا۔

"اور کیا، کبھی کبھی تو ایسا موقع ملتا ہے۔"

"اور انکل تم سے چیزوں کا حساب کتاب نہیں لیتے۔"

"کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں یہ سب چیزیں چوری چھپے پکا کر کھاتا
ہوں، جی نہیں، یہ ان کی خاص اجازت ہے کہ میں ان کی غیر حاضری
میں جو جی میں آئے کھاؤں پیوں، یونہی تو یہاں گھنٹوں کان نہیں
پکڑتا رہتا، اس گھر میں ٹکے رہنے کی کچھ وجوہات بھی ہیں جناب....
اور سنیے، اگر کسی روز ان سے سو روپے مانگ بیٹھتا ہوں تو ایک
طمانچہ دے مارتے ہیں۔"

"ارے! وہ کیوں؟" محمود حیران ہو کر بولا۔

"کہتے ہیں، مجھ سے سو روپے ادھار مانگنا میری توہین ہے، یہ لو
پانچ سو روپے۔"

"تو پھر اب تو تم ان سے پانچ سو روپے سے کم نہیں مانگتے
ہو گے۔"

"جی ہاں! یہی تو رونا ہے۔"

"کیوں! اس میں رونے کی کیا بات ہے؟"

"جب پانچ سو روپے مانگتا ہوں تو کہتے ہیں، ظہو تم بہت فضول
خرچ ہوتے جا رہے ہو، ذرا ہاتھ روک کر خرچ کیا کرو، یہ لو

سو روپے اور جب ختم ہو جائیں تو لے لینا۔"

"بھئی بہت خوب، ہمارے انکل خان رحمان واقعی کمال کے آدمی ہیں، اچھا تم سیٹھ ہارون کا فون نمبر بتا سکتے ہو۔"

"جی ہاں کیوں نہیں بتا سکتا، بالکل بتا سکتا ہوں۔"

انہوں نے ظہور کے بتائے ہوئے نمبر رنگ کیے، دوسری طرف سے ایک ملازم نے بتایا کہ وہ سیٹھ ہارون کی کوٹھی سے بول رہا ہے، آخر چند منٹ بعد خان رحمان کی آواز سنائی دی:

"ہیلو! بھئی یہ کیا، تم لوگ ابھی تک روانہ نہیں ہوئے، چار بجنے میں صرف بیس منٹ ہیں اور سیٹھ ہارون کا گھر تمہارے گھر سے کوئی پچیس منٹ کے راستے پر ہے، اس کا مطلب ہے تم لوگ پانچ منٹ لیٹ ہو چکے ہو، یہ تو بہت بری بات ہے، میں نے تم سے کہا تھا کہ ٹھیک چار بجے پہنچ جانا، اب اگر تم لوگ پوری رفتار پر بھی جیپ چلا کر یہاں پہنچو، تب بھی چار بجے نہیں پہنچ پاؤ گے۔"

"سوری انکل! دراصل ابا جان کا کوئی پتا نہیں چل رہا۔"

"پتا نہیں چل رہا، کیا مطلب؟" خان رحمان چونکے۔

"جی وہ دفتر میں اب تک لوٹ کر نہیں آئے، اب ہم کریں تو کیا کریں۔"

"صرف اتنا کہ گھر میں پیغام لکھ کر چھوڑ دو اور یہاں چلے آؤ۔ ان سے میں خود نبٹ لوں گا۔"

"اور اگر وہ ہمارے اس طرح یہاں سے چلے جانے پر ناراض ہوئے تو؟"

"یہ میرے ذمے رہا، اگر وہ تم پر ناراض ہوں گے تو میں ان پر ایسا ناراض ہوں گا کہ کیا کبھی کوئی کسی پر ناراض ہوا ہو گا۔"

"بہت بہتر! اگر آپ کا حکم یہی ہے تو ہم آ رہے ہیں۔"

اور اس طرح وہ سیٹھ ہارون کے ہاں پہنچے، ان کا بیٹا نعمان ایک روز پہلے کی پرواز سے دوسرے شہر میں اترنے کے بعد گاڑی میں سفر کرنے کے بعد آج دوپہر گھر پہنچ چکا تھا۔ وہ جہاز میں سفر کرنے سے بہت گھبراتا تھا، لیکن مجبوری تھی، اس لیے سفر کرنا پڑا، تاہم ملک میں داخل ہونے کے فوراً بعد اس نے گاڑی کا سفر اختیار کیا..... اور اب وہ سب مہمانوں کے درمیان ادھر سے ادھر گھوم رہا تھا، مسکرا رہا تھا، سب سے باتیں کر رہا تھا، اپنے سفر کی تفصیل سنا رہا تھا۔ سیٹھ ہارون خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے۔ مہمانوں کی خاطر تواضع میں بچھے جا رہے تھے۔

پانچ بجے تک بھی انسپکٹر جمشید نہ آئے۔ پروفیسر داؤد البتہ شائستہ کے ساتھ وہاں آ چکے تھے۔ کھانے پینے سے فارغ ہوئے تو نعمان ایک میز پر چڑھ گیا اور بولا:

"معزز حاضرین! میں بیرون ملک سے آپ لوگوں کے لیے کچھ تحائف لایا ہوں، آپ میں سے ہر ایک کو ایک ایک تحفہ پیش

کروں گا، جس کے حصے میں جو تحفہ آجائے، اس کی قسمت، امید
ہے، آپ یہ سن کر خوش ہوں گے۔"

اس کے خاموش ہوتے ہی سب نے پرزور انداز میں تالیاں
بجادیں۔ تالیوں کی گونج ختم ہوئی تو نعمان نے دو ملازموں کو
اندر سے سوٹ کیس لانے کے لیے کہا۔ دونوں ملازم اندر کی
طرف لپکے اور ایک بڑا سا سوٹ کیس اٹھا لائے۔ نعمان میز سے
نیچے اتر آیا۔ جیب سے چابیاں نکال کر وہ سوٹ کیس پر جھک
گیا۔ سب اس کے گرد جمع ہو گئے اور شوق بھری نظروں سے
سوٹ کیس کو تکنے لگے۔ دونوں طرف کے تالے کھل گئے تو نعمان
نے ڈھکنا اوپر اٹھایا اور پھر اچانک اسے بند کر دیا۔

اس کا رنگ ..... زرد پڑ گیا۔ آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔
بدن تھر تھر کانپنے لگا۔ اس کے ارد گرد جمع لوگوں نے اس کی
بدلتی ہوئی حالت کو صاف دیکھا۔ ان لوگوں میں محمود، فاروق اور
فرزانہ بھی تھے۔ سب کے سب حیرت زدہ رہ گئے۔

"کیا بات ہے نعمان .... کیا ہوا" سیٹھ ہارون نے لرزتی آواز
میں کہا۔

سب کی حیرت زدہ آنکھیں کبھی سوٹ کیس کو دیکھ رہی تھیں اور
کبھی نعمان کو۔ آخر نعمان نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھا اور
پھر لڑکھڑاتے ہوئے لہجے میں کہا:

"یہ.... یہ...... سوٹ کیس میرا نہیں۔"

○

انسپکٹر جمشید کے فون کی گھنٹی بجی۔ دوسری طرف سے ایک غراہٹ نما
آواز سنائی دی:

"ہیلو انسپکٹر صاحب! میرا نام رئیس احمد خاں ہے، ایس ڈی آئی جی صاحب
کا دوست ہوں، ایک الجھن میں مبتلا ہو گیا ہوں، آپ کی مدد چاہتا ہوں،
کیا آپ میری مدد کرنا پسند فرمائیں گے۔"

"آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے ناخوشگوار لہجے میں
پوچھا، کیونکہ دوسروں کا غرّا کر بات کرنا انہیں پسند نہیں تھا۔

"آپ یہیں میری کوٹھی پر آ جائیں، میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"اچھی بات ہے.... میں آ رہا ہوں، آپ پتا لکھوا دیں۔"

پتا نوٹ کرنے کے بعد انہوں نے ریسیور رکھ دیا اور ڈی آئی جی
صاحب کے کمرے میں پہنچے:

"آؤ جمشید! کیا حال ہے۔"

"شکر الحمدللہ.... بالکل ٹھیک ہوں، آپ رئیس احمد خان کو جانتے ہیں۔"
انہوں نے بیٹھے بغیر پوچھا۔

"رئیس احمد خان.... کیوں کیا بات ہے۔"

"کیا یہ صاحب آپ کے دوستوں میں سے ہیں۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے، رئیس احمد خان میرے دوست ہیں۔"

"اور وہ برنس روڈ پر رہتے ہیں۔"

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے، لیکن بات کیا ہے۔" ڈی آئی جی صاحب نے قدرے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

"ابھی ابھی انہوں نے فون کیا تھا، ان کا کہنا ہے کہ وہ کسی الجھن میں مبتلا ہو گئے ہیں.... انہوں نے مجھے بلایا ہے.... آپ سے دوستی کا حوالہ بھی دیا تھا، میں نے مناسب جانا کہ آپ سے ان کے بارے میں معلوم کر لوں، فون پر ان کا لہجہ غراہٹ نما تھا، آپ جانتے ہی ہیں، میں کسی دباؤ میں آ کر کام کرنا پسند نہیں کرتا۔" انہوں نے کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو تمہیں انکار کر دینا چاہیے تھا، میں خود ایسی باتیں ناپسند کرتا ہوں، ڈی آئی جی بولے۔

"جی نہیں! میں وہاں ضرور جاؤں گا، لیکن اس وقت میرا آپ کے پاس آنے کا مقصد کچھ اور ہے۔"

"اور وہ مقصد کیا ہے۔"

"اگر رئیس احمد خان کا ہاتھ کسی جرم میں ثابت ہوا تو میں کوئی رعایت نہیں کر سکوں گا۔" انسپکٹر جمشید خشک لہجے میں بولے۔

"تم بے فکر رہو، اس صورت میں میں بھی اس کی سفارش نہیں کروں گا۔"

"بہت بہت شکریہ! تو پھر میں وہاں جا رہا ہوں۔"

اپنے کمرے میں آ کر انہوں نے اکرام کو چند ہدایات دیں اور جیپ

میں بیٹھ کر رئیس احمد خان کی کوٹھی پہنچے۔ برآمدے میں ایک نوجوان آدمی بے چینی کے عالم میں ادھر سے ادھر ٹہل رہا تھا۔ جیپ کی آواز سن کر تیزی سے ان کی طرف آیا:

"انسپکٹر جمشید ہی ہیں نا آپ۔" اس نے کہا۔

"آپ کا خیال ٹھیک ہے، کیا آپ رئیس احمد خان ہیں۔"

"جی نہیں! میں ان کا سیکرٹری ہوں، وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آئیے۔" اس نے اندر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے۔ ڈرائنگ روم شاہانہ انداز میں سجا ہوا تھا، دروازے کے بالکل سامنے ایک موٹا تازہ ادھیڑ عمر آدمی صوفے میں دھنسا ہوا تھا، اس کی نظریں قالین میں گڑی ہوئی تھیں۔ قدموں کی آہٹ سن کر اس نے سر اوپر اٹھایا:

"اوہو! آپ آ گئے۔" اس نے اٹھے بغیر ان کی طرف ہاتھ بڑھا دیا، لہجے میں اب بھی غراہٹ موجود تھی۔

"جی ہاں! فرمائیے! آپ کو مجھ سے کیا کام ہے۔" انہوں نے ساتھ والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"ایچ ابنڈ سنز ہمارے ملک کی ایک بہت بڑی تجارتی کمپنی ہے۔ یہ کمپنی دوسرے ملکوں سے مال خریدتی ہے اور یہاں تھوک ڈیلروں کو فروخت کرتی ہے۔ بڑی بڑی کمپنیاں اس کمپنی

سے مال خریدتی ہیں اور آرڈر دے کر اپنی پسند کا مال بیرونی ملکوں
سے منگواتی ہیں، میں بھی اس کمپنی کے ذریعے مال منگواتا رہا ہوں،
پچھلے دنوں میں نے کمپنی کو پچاس ہزار روپے کا ایک ڈرافٹ بھیجا
تھا۔ ڈرافٹ ایک رجسٹرڈ لفافے کے ذریعے بھیجا گیا تھا۔ رجسٹری کی
رسید بھی میرے پاس ہے۔ آج میں کچھ مال خریدنے کے سلسلے میں
ایچ اینڈ سنز کمپنی گیا تو منیجر نے یاد دہانی کے طور پر کہا کہ ابھی تک
آپ کا پچھلا ڈرافٹ نہیں ملا۔ میں یہ سن کر بہت حیران ہوا اور
اسے بتایا کہ میں تو ڈرافٹ آج سے تقریباً ایک ماہ پہلے بھیج چکا
ہوں، منیجر بہت حیران ہوا۔ اس نے اکاؤنٹنٹ کو وہیں بلوا لیا اور
کھاتہ کھلوا کر میرے سامنے رکھ دیا۔ میرے حساب میں پچاس ہزار
کا کوئی چیک جمع نہیں تھا۔ میں نے اسے ساری صورتِ حال بتائی،
پھر گھر واپس آیا، رجسٹری کی رسید نکالی، ڈاکخانے گیا، وہاں کی
خانہ پری کے مطابق رجسٹری ایچ اینڈ سنز وصول کر چکی تھی اور ان
کی مہر بھی موجود تھی۔ میں نے وہیں سے کمپنی کے منیجر کو فون کیا،
وہ بھی وہیں آ گیا۔ اس نے وصول کے دستخط اور مہر کو دیکھا اور
پھر بولا..... یہ مہر نقلی ہے اور دستخط بھی اس کلرک کے نہیں جو
ڈاک وصول کرتا ہے۔ پوسٹ ماسٹر کے سامنے جب اس معاملے کو
رکھا گیا تو اس نے متعلقہ ڈاکیے کو بلا لیا۔ ڈاکیے نے آ کر بتایا
کہ رجسٹری فرم کے کلرک نے ہی وصول کی تھی، کلرک کو بھی

وہیں بلا لیا گیا۔ اس نے کہا کہ یہ رجسٹری اس نے وصول نہیں کی،
نہ یہ دستخط اس کے ہیں۔ اب تو سب پریشان ہو گئے، معاملہ الجھ
گیا تھا۔ اسی وقت منیجر کو ایک خیال آیا۔ اس نے چند بڑے
بڑے گاہکوں کو فون کیا کہ کمپنی کو بیرونی کمپنیوں کو کچھ ادائیگیاں
کرنی ہیں، لہٰذا وہ جلد از جلد وہ رقوم بھیج دیں جو ان کے ذمے ہیں۔
اس پر آٹھ نو گاہکوں نے فون پر بتایا کہ وہ تو بذریعہ ڈرافٹ ادائیگی
کر چکے ہیں۔ اب تو منیجر کے پیروں تلے سے زمین نکلتی ہوئی محسوس
ہوئی، ہمارا بھی بہت برا ہو گیا۔ آخر یہ کوئی چھوٹی موٹی رقوم کا
معاملہ نہیں تھا۔ وہ لوگ بھی آ گئے، ان کی رسیدیں بھی چیک
کی گئیں، وصولی کے کاغذات پہ وہی نقلی مہر لگی ہوئی ملی اور
دستخط بھی وہی تھے جو پہلے ..... والے کاغذ پر نظر آئے
تھے۔ منیجر نے حساب لگایا تو کل رقم پچاس لاکھ کے قریب پہنچ گئی،
گویا پچاس لاکھ روپے غائب تھے۔ منیجر کا رنگ اڑ گیا تھا، ہماری
حالت بھی روی تھی، ایسے میں کسی کو بنکوں کا خیال آیا، سب نے
اپنے اپنے بنکوں کو فون کیا، معلوم ہوا، ڈرافٹ تو ایچ اینڈ سنز کمپنی
کو منتقل کیے جا چکے ہیں۔ منیجر صاحب نے اپنے بنک کو فون کیا، لیکن
وہاں یہ ڈرافٹ نہیں پہنچے تھے.... باقی لوگوں نے تو فوراً پولیس کا
رخ کیا، لیکن میں نے آپ کو فون کرنا مناسب خیال کیا، کیونکہ میرے
خیال میں کوئی زبردست قسم کا چکر چلایا گیا ہے، اب یہ معاملہ آپ

کے ہاتھ ہے۔" یہ کہہ کر رئیس احمد خاموش ہو گیا۔

" تین ہی باتیں ہو سکتی ہیں، بے ایمانی یا تو اس کلرک کی ہے یا پوسٹ مین نے، یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی چالاک ذہن نے درمیان میں ہی ڈرافٹ غائب کیے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

" لیکن جناب! آخر یہ کس طرح ہو سکتا ہے، ہمارے بنکوں کے مطابق رقم ایچ اینڈ سنز کے حساب میں منتقل کر دی گئی ہے۔" رئیس احمد خان نے حیران ہو کر کہا۔

" آپ شاید یہ کہنا چاہتے ہیں کہ بینجر بھی مجرم ہو سکتا ہے۔"

" مجھے اس پر سب سے زیادہ شک ہے جناب، کیونکہ کلرک کے بعد ڈاک اس کے ہاتھ میں جاتی ہے۔"

" خیر! میں دیکھوں گا کہ اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا ہے اور بے ایمانی کس موڑ پر کی گئی ہے۔" انسپکٹر جمشید اٹھتے ہوئے بولے۔

" مجھے ہر حال میں اپنے پچاس ہزار روپے چاہییں جناب!" رئیس احمد خان نے حکم دینے والے انداز میں کہا۔ انسپکٹر جمشید نے غصہ ضبط کرنے کی پوری کوشش کی، لیکن رہ نہ سکے:

" آپ تو اس طرح کہہ رہے ہیں جناب، جیسے آپ کی رقم میں نے خرد برد کی ہے، میں اپنا فرض ادا کرنا بخوبی جانتا ہوں، ساتھ ہی یہ بھی بتا دوں کہ یہ میری ڈیوٹی نہیں ہے، اصول کے مطابق تو آپ کو اپنے علاقے کے پولیس اسٹیشن سے بات کرنی چاہیے

تھی، خیر، آپ نے ڈی آئی جی صاحب کا حوالہ دیا، میں حاضر ہو گیا، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ مجھ پر رعب ڈالنے کی کوشش کریں۔ آپ یہ جملہ نہ کہتے، تب بھی میں اس غبن کو معلوم کرنے کی اپنی پوری کوشش کرتا، اب بھی کروں گا، لیکن مجھے افسوس ہے کہ آپ کا رویہ میرے لیے تکلیف دہ ہے۔"

" انسپکٹر جمشید! آپ صرف ایک انسپکٹر ہیں، معمولی سی تنخواہ پانے والے ایک انسپکٹر، جبکہ میرے دوست ڈی آئی جی جیسے لوگ ہیں، شہر کے اور بھی بڑے بڑے آفیسروں سے میرے تعلقات ہیں ...... یہ بات یاد رکھیے۔"

" آپ مجھے اس بات پر مجبور کر رہے ہیں کہ میں اس کیس پر کام کرنے سے انکار کر دوں۔"

" اوہو، تو آپ ایسا بھی کر سکتے ہیں۔"

" بالکل کر سکتا ہوں۔"

" تب پھر سن لیں، آپ کو اس کیس پر کام کرنا ہو گا، میری رقم مجھے واپس دلانی ہو گی، اگر آپ نے ایسا نہ کیا کہ آپ بڑی مصیبت میں پڑ جائیں گے۔"

" مجھے چھوٹی مصیبتوں میں پڑنے کی عادت بھی نہیں۔"

یہ کہتے ہی وہ مڑے اور کمرے سے نکل آئے۔ دوسری طرف سے ملازم چائے کی ٹرالی دھکیلتا چلا آ رہا تھا۔ ان پر نظر پڑتے ہی بولا:

"ارے آپ چائے پیے بغیر ہی جا رہے ہیں۔"

"ہاں بھئی! اس گھر کی چائے کے دروازے مجھ پہ بند کر دیے گئے ہیں۔" انھوں نے تلخ انداز میں مسکرا کر کہا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے باہر نکل آئے۔

اب ان کا رُخ ایچ اینڈ سنز کے دفتر کی طرف ہو گیا۔

غلط سوٹ کیس

چند سیکنڈ کے لیے باغ میں گہری خاموشی طاری ہو گئی۔ محمود، فاروق اور فرزانہ کو حیرت اس بات پر تھی کہ نعمان کی حالت اس قدر تیزی سے کیوں بدلی تھی۔ سوٹ کیسوں کا تبادلہ تو کوئی اتنی عجیب بات نہیں تھی۔ گاڑیوں میں اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے، ایک جیسے دو سوٹ کیس افراتفری میں بدل جاتے ہیں، لیکن بعد میں وہ اصل مالکان تک پہنچا دیے جاتے ہیں۔

"یہ سوٹ کیس اگر تمھارا نہیں ہے اور کسی سے بدل گیا ہے تو اس میں اس قدر گھبرانے اور پریشان ہونے کی کونسی بات ہے۔" سیٹھ ہارون بولے۔

"میرا سوٹ کیس گہرے نیلے رنگ کا تھا، یہ سوٹ کیس بھی گہرے نیلے رنگ کا ہے، سائز بھی اتنا ہی ہے جتنا میرے سوٹ کیس کا، لیکن اس کے اندر وہ چیزیں نہیں ہیں جو میں رکھ کر لایا تھا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ میرا سوٹ کیس نہیں ہے اور اگر سوٹ کیس وہی ہے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کی چیزیں

نکال کر کوئی اور چیز رکھ دی گئی ہو، جب کہ سفر کے دوران سوٹ کیس ادھر سے ادھر نہیں ہوا، جہاں تک میرا خیال ہے، سوٹ کیس تو اس وقت تبدیل ہوا جب سٹیشن آنے کے بعد تمام لوگوں نے سوٹ کیس اتار اتار کر نیچے رکھے، بس اس وقت میں نے قلی کو غلط سوٹ کیس اٹھانے کے لیے کہہ دیا۔ یا اس شخص نے اپنے قلی سے غلط سوٹ کیس اٹھوا لیا۔" نعمان کہتا چلا گیا۔

"لیکن جناب! یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ سوٹ کیس پلیٹ فارم پر بدل گیا ہو۔" محمود نے کچھ سوچ کر سوال کیا۔ نعمان نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور بولا:

"بالکل! ایسا بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ قلی نے پہلے بڑا سوٹ کیس نکال کر پلیٹ فارم پر رکھا تھا، پھر باقی سامان لینے کے لیے اندر چلا گیا۔ اس کے بعد اس نے سوٹ کیس کے اوپر دوسرا سامان رکھا اور سوٹ کیس کو ایک دوسرے قلی کی مدد سے سر پر رکھوایا۔ پلیٹ فارم پر رش بے تحاشہ تھا، مجھے سامان کے لیے اندر ہی رکنا پڑا تھا، جب قلی دوسرا سامان لینے کے لیے اندر آیا تو ضرور اس وقت سوٹ کیس بدل گیا۔"

"بالکل یہی ہوا ہوگا۔" محمود نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"تب پھر پریشانی کی کونسی بات ہے۔ اس سوٹ کیس میں ضرور اس شخص کی کوئی ایسی چیز ہوگی جس سے اس کا نام اور

پتا معلوم ہو جائے گا۔" سوٹ کیس کار میں رکھ کر اس کے گھر لے جائیں گے اور اپنا لے آئیں گے۔" سیٹھ ہارون بولے۔

"اب ایسا نہیں ہوگا۔" نعمان نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب! بھلا کیوں نہیں ہوگا۔" کئی آوازیں ابھریں۔ محمود فاروق اور فرزانہ چونک کر نعمان کو گھورنے لگے۔

"ڈیڈی! آپ پولیس کو فون کر دیں۔"

"کیا کہا..... پولیس کو فون کر دوں، لیکن کیوں..... کیا تم نے کوئی جرم کیا ہے..... یا اس سوٹ کیس میں کوئی ایسی ویسی چیز ہے۔" سیٹھ ہارون نے گھبرا کر کہا۔

"بے فکر رہیے، میں نے کوئی جرم نہیں کیا، لیکن اس کے باوجود پولیس کو بلوانا ہوگا۔" نعمان نے فکر مند ہو کر کہا۔

"یا اللہ رحم! کاش تم سیدھے ہوائی جہاز سے یہاں آتے ہوئے، کیا اس سوٹ کیس میں....." سیٹھ ہارون جملہ مکمل نہ کر سکے۔

"ڈیڈی! آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔" نعمان نے جلدی سے کہا۔

"آپ کے ڈیڈی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کیا سوٹ کیس میں کوئی لاش ہے۔" فرزانہ نے بے دھڑک کہا۔

"لاش!" بیسیوں آوازیں گونج اٹھیں۔

ان سب کو خوف نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ کئی کمزور دل حضرات تو تھر تھر کانپنے لگے۔

"دیکھیے جناب! اگر اس سوٹ کیس میں بدقسمتی سے کوئی لاش [illegible]
ہے تو مہربانی فرما کر اسے نہ کھولیے گا.... کم از کم مجھے ادھر ادھر [illegible]
ہونے کا موقع ضرور دے دیں" ایک مہمان لرزتی ہوئی آواز میں [illegible]

"بہت بہتر! میں کسی کے سامنے سوٹ کیس نہیں کھولوں گا، [illegible]
آپ پولیس کو فون کر دیں۔"

"تت.... تو کیا اس میں واقعی کوئی لاش ہے" سیٹھ ہارون نے
بوکھلا کر کہا۔ ساتھ ہی تھر تھر کانپنے لگے۔

"جی نہیں! اس میں ایک اور ہی چیز ہے.... بس آپ پولیس
کو فون کر دیں" نعمان نے اب اپنی آواز پر قابو پا لیا تھا۔

"اچھی بات ہے، میں پولیس کو فون کرتا ہوں" یہ کہہ کر وہ
فون کی طرف چلے گئے۔ ایسے میں خان رحمان نے محمود کے کان میں [illegible]

"بھئی جمشید تو ابھی تک نہیں آئے، اور یہاں ان کی ضرورت محسوس
ہو رہی ہے، نہ جانے اس سوٹ کیس میں کیا ہے۔"

"سیٹھ صاحب کو فون کر لینے دیں، اس کے بعد میں گھر فون کر لوں
گا، اگر وہ وہاں ہوئے تو انہیں یہاں بلا لیں گے" محمود بولا۔

"ویسے تمہارے خیال میں اس سوٹ کیس میں کیا ہو سکتا ہے۔"

"کم از کم کوئی بم نہیں ہے، ورنہ نعمان صاحب اتنے اطمینان
سے اس کے پاس نہ کھڑے ہوتے" محمود بولا۔

"بات تو ٹھیک ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ سوٹ کیس میں ہے
کیا" خان رحمان بولے۔

"ہو سکتا ہے، اس میں کوئی لاش ہی ہو اور لوگوں کو خوف و ہراس
سے بچانے کے لیے مسٹر نعمان نے یہ بتانا مناسب نہ سمجھا ہو۔"

"ہوں! ویسے مجھے ایک بات کا آج پورا یقین ہو گیا ہے"
خان رحمان نے تینوں کو بُری طرح گھورتے ہوئے کہا۔

"اور وہ کیا بات ہے انکل!"

"بھئی! یہ کیا کھسر پھسر ہو رہی ہے" پروفیسر داؤد بھی شائستہ
کے ساتھ ان کے قریب کھسک آئے۔

"انکل! یہ کہہ رہے ہیں کہ آج انہیں ایک بات کا پورا یقین ہو
گیا ہے" فاروق نے انہیں بتایا۔

"پورا یقین اور خان رحمان کو۔ ناممکن.... انہیں کبھی کسی بات کا
پورا یقین ہو ہی نہیں سکتا" پروفیسر داؤد تڑ سے بولے۔

"کیوں پروفیسر صاحب! آپ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں" خان
رحمان نے بُرا مانے بغیر کہا۔

"اس طرح کہ آج تک تمہیں کسی بات کا پورا یقین ہوا ہی نہیں"
پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"دھت تیرے کی" خان رحمان نے جھلّا کر کہا اور وہ ہنسنے لگے،
کیونکہ انہوں نے یہ جملہ بالکل محمود کے انداز میں کہا تھا۔

"انکل! آپ نے بتایا نہیں، کس بات کا پورا یقین ہو گیا ہے۔"

"شاید اس بات کا کہ اس سوٹ کیس میں کوئی لاش ہے۔" فرزانہ نے خیال ظاہر کیا۔

"نہیں! اس وقت مجھے ایک اور ہی بات کا یقین ہوا ہے۔" خان رحمان مسکرائے۔

"یا اللہ رحم! اب وہ بات بتائیں گے بھی یا نہیں۔" شہناز بیگم نے منہ بنایا۔

"وہ بات یہ ہے کہ جہاں کہیں یہ تینوں پہنچ جائیں، وہاں کوئی نہ کوئی چکر ہر حال میں چل کر رہتا ہے....." آخر انہوں نے کہہ ہی ڈالا۔

"بھئی بہت خوب! اس بات کا یقین تو مجھے بہت پہلے سے ہے.... اور آج یہ بات ثابت ہو گئی ہے۔"

"لیکن انکل! یہ بات تو آئے دن ثابت ہوتی رہتی ہے۔" سرور پہلی مرتبہ بولا۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے۔"

"تو کیا آپ لوگ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آئندہ ہمیں کسی پارٹی میں نہ بلایا جائے..... گویا ہم خطرے کی گھنٹیاں ہیں۔" فاروق نے مسمسی صورت بنا کر کہا۔

"بالکل غلط! ہم گھنٹیاں نہیں، انسان ہیں۔" فرزانہ فوراً بولی۔

"اب بس یہ تو کہنے سے رہا کہ ہم خطرے کے انسان ہیں۔"

فاروق نے منہ بنایا اور وہ مسکرانے لگے۔ اسی وقت انہوں نے دیکھا، سیٹھ ہارون فون کے پاس سے ہٹ کر ان کی طرف آ رہے تھے۔

"بھئی رحمان! وہ تم نے انسپکٹر جمشید کو بھی تو دعوت دی تھی، وہ نہیں آئے۔" انہوں نے قریب آ کر کہا۔

"خدا جانے وہ کہاں رہ گئے، شاید آج وہ گھر پہنچے ہی نہیں، تاہم ان کے بیوی بچے یہاں موجود ہیں۔"

"کاش! وہ اس وقت یہاں ہوتے۔"

"اگر وہ نہیں ہیں تو کیا ہوا، ان کے بچے کچھ کم تو نہیں، میرا مشورہ ہے کہ پولیس کے آنے سے پہلے ان سے مشورہ کر لیا جائے۔" خان رحمان نے ان تینوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہم اس وقت تک کوئی مشورہ کیسے دے سکتے ہیں جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ سوٹ کیس میں کیا ہے۔" محمود نے سیٹھ ہارون کے کچھ کہنے سے پہلے جواب دیا۔

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے، میں نعمان سے بات کرتا ہوں، کیونکہ ابھی تک یہ بات صرف نعمان کو معلوم ہے کہ سوٹ کیس میں کیا ہے۔"

وہ سب نعمان کے پاس کھسک آئے۔ سیٹھ ہارون ا
سے بولے:

" نعمان! یہ محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں.... سراغرسانی کے
میں ان کا نام ہمارے ملک میں جانا پہچانا ہے۔ اگر تم منا
سمجھو تو انہیں بتا دو کہ سوٹ کیس میں کیا ہے؟"

" میرا خیال ہے، یہ بات سبھی کو بتا دی جائے، تاکہ مہمان
الجھن میں نہ رہیں۔" نعمان نے کہا۔

" یہ تو اور بھی اچھا ہے۔" محمود بولا۔

نعمان نے سوٹ کیس کھول دیا۔ انہوں نے دیکھا، وہ سو
روپے کے نوٹوں کے پیکٹوں سے پورا بھرا ہوا تھا، اس طرح کر
میں ایک گڈی بھی اور آنے کی جگہ نہیں تھی۔

ایچ اینڈ سنز کے مینجر کا نام آرام بیگ تھا۔ اس نے بڑی گر
جوشی سے انسپکٹر جمشید کا استقبال کیا۔ حیرت کا اظہار بھی کیا
وہ ادھر کیسے آنکلے:

" رئیس احمد خان کے معاملے کی تفتیش کر رہا ہوں۔ دوسرے
کاروباری حضرات کی طرف سے پولیس والے بھی آپ تک پہنچے
گے.... یہ معاملہ اب تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔" انہوں نے

" آپ ہی کی کیا، کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آیا۔" آرام بیگ نے
کہا۔ یہ ایک پتلا دبلا اور لمبے سے قد کا آدمی تھا۔

" آپ نے یہ تو معلوم کرنے کی کوشش کی ہو گی کہ ڈرافٹ کونسے
بینک میں منتقل کیے گئے ہیں۔"

" جی نہیں! میں نے اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کیا اور نہ کرنے
کا ارادہ رکھتا ہوں، کیونکہ یہ کام پولیس کا ہے، یا پھر آپ کا کہ معلوم
کریں، ڈرافٹ کس نے اڑائے اور کس طرح کیش کرائے....."

" کیا اس فرم کے مالک آپ خود ہی ہیں؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

" جی نہیں! مالک میں نہیں، کوئی اور ہیں۔"

" انہیں اس واقعے کا علم ہو چکا ہے؟"

" ابھی نہیں، آج وہ بہت مصروف ہیں...." دفتر آئے ہی نہیں،
ئیں گے تو بتا دوں گا۔"

" میرا خیال ہے، وہ آپ پر شک کریں گے۔"

" لیکن یہ بات وہ کس طرح ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ جرم میں
نے کیا ہے، جب تک یہ بات ثابت نہ کر دی جائے، اس وقت
تک آپ میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔"

" ہوں! بات تو ٹھیک ہے.... خیر! میں پہلے اس کلرک سے
لوں، اس کے بعد آپ کو بتاؤں گا کہ آپ کہاں کھڑے
.... اور یہ بھی کہ آپ کو اپنے بچاؤ کے لیے کوشش کر

لینی چاہیے:" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"بہت بہت شکریہ! مجھے ایسی کوشش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔" اس نے منہ بنایا۔

"کیا آپ کے خیال میں یہ حرکت آپ کے کلرک کی ہو سکتی ہے؟" انسپکٹر جمشید نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"میرے خیال کی کیا اہمیت ہے، تفتیش کرنا آپ کا کام ہے، آپ تفتیش کرکے یہ معلوم کریں کہ یہ حرکت کس کی ہے اور کمپنی کا پچاس لاکھ روپیہ بھی واپس دلائیں۔"

"میں اسی کوشش میں ہوں جناب اور بہت جلد مجرم کو پکڑ لوں گا۔" انسپکٹر جمشید نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ضرور پکڑ کر دکھائیے، مجھے خوشی ہو گی۔"

"اب مجھے کسی آدمی کے ساتھ اس کلرک کے پاس بھیج دیں جس کے پاس ڈاک آتی ہے اور ہاں یہ بھی بتا دیں کہ کلرک آپ کو ڈاک کھول کر دیتا ہے یا بند لفافے ہی آپ کی میز پر پہنچاتا ہے۔"

"بند لفافے، لفافے کھولنے کا کام میں خود کرتا ہوں۔"

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ کلرک بیچارے کو تو یہ معلوم ہی نہیں ہو گا کہ کونسے لفافے میں ڈرافٹ ہے۔"

"یہ ٹھیک ہے، لیکن وصول کرنے والے نے جعلی دستخط

کیے ہیں اور مہر بھی نقلی لگائی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ڈرافٹ میرے پاس پہنچنے سے پہلے غائب کیے گئے ہیں۔" آرام بیگ بولا۔

"خیر! میں دیکھوں گا کہ آپ اس کیس میں کس حد تک الجھے ہوئے ہیں، مہربانی فرما کر مجھے کلرک کے پاس پہنچا دیں، یا ایک علیحدہ کمرے میں ہماری ملاقات کا بندوبست کر دیں اور ہاں بہتر ہو گا کہ آپ فرم کے مالک کو بھی یہ حالات بتا دیں۔"

پانچ منٹ بعد وہ اس کلرک کے سامنے بیٹھے تھے۔ اس کا نام رام داس تھا، یہ ہندو تھا۔ فرم میں کلرک کی سیٹ پر اس ہندو کو دیکھ کر انسپکٹر جمشید کو بہت حیرت ہوئی۔

"مسٹر رام داس! ڈاک سب سے پہلے آپ کے ہاتھ میں آتی ہے، پھر آخر یہ کس طرح ہوا کہ ڈاکیے کی رسید بک پر نقلی مہر اور جعلی دستخط موجود ہیں، آخر ایسا کس نے کیا۔"

"پوسٹ مین کے سوا ایسا کون کر سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ مجھ سے بھی پہلے ڈاک اس کے پاس آتی ہے۔ وہ ایک نقلی مہر بازار سے بنوا سکتا ہے اور دستخط جعلی کر سکتا ہے۔"

"لیکن اس نے ڈرافٹ کس طرح کیش کرا لیے، ظاہر ہے کہ وہ کمپنی کے نام کے ہوتے ہیں اور کراس ہوتے ہیں۔"

"جی ہاں! اس پر تو سبھی حیران ہیں کہ اس نے چیک کس طرح

کیش کرا لیے۔" رام داس نے فوراً کہا۔

" اچھا یہ بتائیے! کیا آپ کچھ وقت کے لیے اپنی سیٹ سے غیر حاضر بھی ہوتے ہیں، میرا مطلب ہے، کسی کام سے ادھر ادھر جاتے ہیں؟"

" میں درمیانی وقفے میں کھانا کھانے کے لیے جاتا ہوں۔"

" اس وقت یہاں کون بیٹھتا ہے؟"

" کوئی بھی نہیں۔"

" پوسٹ مین کبھی اس وقت کے دوران تو نہیں آتا؟"

" جی میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ شاید وہ کسی روز اس دوران بھی آیا ہو۔"

" ہوں! اس کا مطلب ہے، مجھے پوسٹ مین سے بھی ملنا ہوگا۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

پوسٹ مین کا پتا وہ پہلے ہی پوسٹ ماسٹر سے فون کر کے معلوم کر چکے تھے۔ اس لیے وہاں تک پہنچنے میں انہیں کوئی دقت نہ ہوئی۔ یہ ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا اور اس کا نام رشید اختر تھا۔

" کیا آپ ڈاک ہمیشہ رام داس کو ہی دے کر آتے ہیں، یا درمیانی وقفے میں کبھی کسی اور کو بھی دے کر آئے ہیں؟"

" جی ہاں! کئی بار ایسا ہوا ہے کہ وقفے کے وقت میں ڈاک دے کر گیا، اور ڈاک مینجر صاحب کو وصول کرنا پڑی۔"

" اوہ! آپ کی رسید بک پر جو جعلی دستخط ہیں کیا مینجر صاحب کے دستخط اس سے ملتے جلتے ہوتے ہیں؟"

" میں نے دھیان نہیں دیا۔ دراصل بہت کم ایسا ہوا ہے کہ ڈاک مینجر صاحب نے وصول کی ہو۔ ظاہر ہے، ان کے دستخطوں کو چیک کرنے کی مجھے کیا ضرورت تھی؟"

" گویا وہ دستخط نہ تو مینجر صاحب کے اصلی دستخطوں سے ملتے ہیں اور نہ رام داس کے دستخطوں سے؟"

" جی ہاں! بالکل یہی بات ہے۔"

" تو پھر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ جعلی دستخط اور نقلی مہر آپ نے ہی استعمال کی ہو..... اور ڈرافٹ اڑا لیے ہوں۔" انہوں نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

" لیکن جناب! میں ان ڈرافٹوں کا کیا کرتا، ظاہر ہے، وہ میرے لیے کاغذ کے ٹکڑے تھے۔" پوسٹ مین نے گھبرائے بغیر کہا۔

" ہاں! یہ بات بھی ٹھیک ہے..... خیر دیکھتے ہیں، گھپلا کہاں ہوا ہے۔" یہ کہہ کر وہ اٹھے اور کمرے سے نکل آئے۔ اس وقت انہوں نے دیکھا، ایک تیرہ چودہ سالہ لڑکی دروازے کے ساتھ لگی ان کی باتیں سن رہی تھی، ان کے ایک دم اٹھ کر کھڑے ہونے اور دروازے کی طرف آنے کی وجہ سے وہ فوری طور پر وہاں سے ہٹ نہ سکی، اس طرح انسپکٹر جمشید نے اسے دیکھ لیا۔ رشید اختر

ان کے پیچھے پیچھے آیا تھا۔ انہوں نے گردن موڑ کر پوچھا:

"یہ آپ کی لڑکی ہے؟"

"جی ہاں۔"

"یہ ہماری گفتگو کیوں سن رہی تھی؟"

"اسے جاسوسی ناول پڑھنے کا بہت شوق ہے، اس معاملے کی بھنک اس کے کان میں بھی پڑ چکی ہے۔"

"جب میں آیا ہوں، تو اس وقت بھی یہ دروازے سے لگی ہوئی تھی، میں نے محسوس کر لیا تھا کہ کوئی دروازے کی اوٹ میں کھڑا ہے، لیکن میں نے مڑ کر نہیں دیکھا تھا.... البتہ اس وقت میں اچانک اٹھ کر اسی دروازے کی طرف آیا تھا، تاکہ اسے پکڑ سکوں.... ذرا اس لڑکی کو میرے پاس لائیے۔"

"جی بہتر!" رشید اختر نے فکر مند ہو کر کہا اور پھر قدرے بلند آواز میں بولا:

"رشیدہ بیٹی.... ذرا ادھر آؤ۔"

لڑکی جھجکتی شرماتی ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ انسپکٹر جمشید نے بغور اس کا جائزہ لیا۔

"تم کونسی جماعت میں پڑھتی ہو بیٹی؟"

"جی آٹھویں میں۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"تم ہماری باتیں کیوں سن رہی تھیں؟"

"مجھے اپنے ابا جان سے بہت محبت ہے، یہ آج بہت پریشان ہیں، ڈرافٹوں کی گڑبڑ نے انہیں فکر مند کر رکھا ہے۔ قدرتی بات ہے، یہ پریشان ہیں تو سارا گھر پریشان ہو گا، یہی وجہ ہے کہ میں نے آپ کے درمیان ہونے والی گفتگو سنی۔" اس نے بتایا۔

"بہت خوب! تمہارا کیا خیال ہے، کیا اس گڑبڑ میں تمہارے ابا جان کا ہاتھ ہو سکتا ہے؟"

"بالکل نہیں۔ انہوں نے آج تک ایسا کوئی کام نہیں کیا۔"

"بہت اچھا! اپنے ابا جان کے لیے دعا کرو، میں بھی کوشش کروں گا کہ یہ اس معاملے کی لپیٹ میں نہ آئیں۔"

یہ کہہ کر وہ گھر سے باہر نکل آئے۔ ایک پبلک فون بوتھ سے انہوں نے اکرام کو فون کیا، لیکن وہ دفتر میں نہیں ملا۔ چپراسی کو اس کے لیے ہدایات دے کر انہوں نے منیجر آرام بیگ کو فون کیا۔

"ہیلو آرام بیگ صاحب!......"

"وہ نہیں ہیں جناب! آپ کے جاتے ہی چلے گئے تھے، کہہ رہے تھے، انہیں سیٹھ صاحب کے ہاں جانا ہے۔" ایک آواز نے ان کی بات کاٹ دی۔

"آپ کون ہیں؟" انہوں نے پوچھا۔

"میں ان کا اسسٹنٹ ہوں اختر کبیر۔"

"وہ کہاں گئے ہیں، پتا بتا دیں۔"

اختر کبیر نے پتا بھی لکھوا دیا اور فون نمبر بھی.... لیکن وہ مینجر صاحب سے خود مل کر بات کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے نوٹ پر لکھے پتے پر ایک نظر ڈالی اور اس طرف روانہ ہو گئے۔ اس وقت انہوں نے گھڑی بھی دیکھی۔ پانچ بج رہے تھے اور ان کے گھر جانے کا وقت ہو چکا تھا۔ انہوں نے سوچا، محمود، فاروق، فرزانہ اور بیگم ان کا انتظار کر رہے ہوں گے، چنانچہ انہوں نے مناسب سمجھا کہ گھر فون کر دیں۔ یہ سوچ کر وہ پھر جیپ سے اترے اور ایک میڈیکل سٹور سے فون کیا، دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی، لیکن کئی سیکنڈ تک گھنٹی بجنے کے بعد بھی کسی نے ریسیور نہ اٹھایا۔ ان کی پیشانی پر فکر کی لکیریں ابھر آئیں۔ انہوں نے یہ سوچ کر دوبارہ نمبر ڈائل کیے کہ کہیں غلط نمبر تو نہیں رنگ کر دیے، لیکن دوسری بار بھی گھنٹی بجتی رہی۔ اب تو وہ پریشان ہو گئے۔ آرام بیگ سے ملنے کا پروگرام ملتوی کر کے وہ گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ دروازے پر تالا لگا دیکھ کر ان کی حیرت اور بڑھی۔ دوسری چابی سے انہوں نے تالا کھولا اور اندر داخل ہو گئے۔ صحن کی میز پر ہی انہیں پیغام رکھا ملا۔ جونہی انہوں نے پیغام پڑھا، ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ایک عجیب بات ان کے سامنے

سامنے آئی تھی۔ انہوں نے سوچا.... کیا یہ صرف ایک اتفاق ہے، یا کوئی گہری سازش.... معاملہ ہر لمحے الجھتا ہی جا رہا تھا۔ ابھی تک وہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے تھے اور اب لطف کی بات یہ تھی کہ مینجر آرام بیگ کے اسسٹنٹ اختر کبیر نے انہیں جس سیٹھ صاحب کا پتا بتایا تھا، محمود، فاروق، فرزانہ اور بیگم اسی سیٹھ صاحب کے پاس موجود تھے، نہ صرف وہ، بلکہ خان رحمان اور پروفیسر داؤد بھی وہیں تھے۔

چند منٹ بعد ان کی جیپ پوری رفتار سے سیٹھ ہارون کی کوٹھی کی طرف اڑی جا رہی تھی۔

تین چیزیں

نوٹوں کے اتنے بہت سے بنڈل انہوں نے کبھی ایک جگہ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے تھے۔ وہ سب بھونچکے رہ گئے۔ سانس سینوں میں اٹکتے محسوس ہوئے۔

"اُف میرے خدا .... اتنے نوٹ ....." کئی آوازیں ابھریں۔

"حیرت ہے، اتنے نوٹ سوٹ کیس میں بھر کر کوئی مسافر کہاں سے لایا ہو گا اور کیسے ...." سیٹھ ہارون کے منہ سے نکلا۔

"ہو سکتا ہے، اس نے کسی بنک میں غبن کیا ہو، وہ ضرور اس بنک میں ملازم ہو گا" محمود نے خیال ظاہر کیا۔

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کسی بنک کے ڈاکو کا کام ہو" فاروق بولا۔

"اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کسی سرکاری محکمے کے ملازمین کی تنخواہ ہو اور کیشیر اس رقم کو لے اڑا ہو" فرزانہ بولی۔

"واقعی یہ تینوں باتیں ہو سکتی ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ ہم

کیا کریں" نعمان نے کہا۔

"آپ لوگ پولیس کو پہلے ہی فون کر چکے ہیں، اب اور آپ کیا کر سکتے ہیں" محمود بولا۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ سیٹھ ہارون نے بے تابی کے عالم میں آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا، سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ریسیور اٹھا کر انہوں نے کہا:

"ہیلو.... میں سیٹھ ہارون بول رہا ہوں .... جی .... جی ہاں جی ہاں .... اوہ ہاں .... یہی بات ہے، ٹھیک ہے، میں ابھی ملازم کو بھیج رہا ہوں" یہ کہہ کر انہوں نے ریسیور رکھ دیا اور سب پر حیرت بھری ایک نظر ڈالتے ہوئے بولے:

"اصل سوٹ کیس مل گیا ہے .... وہ سٹیشن ماسٹر کے پاس ہے، ایک قلی نے اسے پلیٹ فارم پر پایا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی شخص اسے بدلے میں نہیں لے گیا"

"تو کسی نے اسٹیشن ماسٹر سے اپنے سوٹ کیس کے گم ہونے کی رپورٹ تو کی ہو گی" محمود نے کہا۔

"میں نے یہ بات اس سے نہیں پوچھی"

"تو پھر اب پوچھیے .... یہ بہت ضروری ہے"

ڈائریکٹری میں سٹیشن ماسٹر کے نمبر دیکھ کر رنگ کیا گیا، لیکن اس سوال کے جواب میں اس نے بتایا کہ کسی نے اپنے سوٹ کیس

کے گم ہونے کی رپورٹ نہیں لکھوائی۔ یہ سن کر سیٹھ ہارون نے ریسیور رکھ دیا۔

"تب پھر یہ بات ثابت ہے کہ یہ رقم ضرور غیر قانونی طریقے سے حاصل کی گئی ہے، ورنہ اس رقم کا مالک تو پورے اسٹیشن میں ہلچل مچا دیتا۔" فرزانہ نے کہا۔

سیٹھ ہارون نے سوٹ کیس لانے کے لیے اپنے ملازم کو بھیج دیا۔ مہمان رخصت ہونے لگے۔ ایسے میں خان رحمان نے ان سے کہا۔

"کیوں بھئی! تم لوگ ابھی یہیں ٹھہرنا پسند کرو گے، یا واپس چلو گے۔"

"جیسے آپ مناسب سمجھیں۔"

"میرا خیال ہے، ابھی کچھ دیر اور یہاں ٹھہر جاتے ہیں، ذرا دیکھیں تو سہی.... پولیس کس نتیجے پر پہنچتی ہے۔"

"ٹھیک ہے انکل!"

تھوڑی دیر بعد ایک پولیس انسپکٹر، ایک حوالدار اور چھ کانسٹیبل وہاں پہنچ گئے۔ انہیں سارے حالات سنائے گئے۔ انہوں نے سوٹ کیس کو فوراً اپنے قبضے میں کر لیا، نعمان سے سوالات کیے، لیکن کسی خاص نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔ ابھی ان کی تفتیش جاری تھی کہ دروازے کی گھنٹی بجی، ایک ملازم دروازے پر گیا

اور ایک چھوٹے سے قد کے آدمی کو ساتھ لیے اندر داخل ہوا:

"اختر کبیر.... تم یہاں کیسے؟" سیٹھ ہارون نے چونک کر کہا:

"جی! مجھے منیجر صاحب سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔"

"منیجر صاحب.... وہ یہاں کہاں؟" سیٹھ ہارون حیران ہو کر بولے۔

"آپ کا مطلب یہ ہے کہ آرام بیگ صاحب یہاں نہیں پہنچے۔"

"نہیں تو! میں نے انہیں ہدایت کی تھی کہ یہاں نہ آئیں، کیونکہ کمپنی کا کام میری غیر حاضری میں صرف وہی سنبھال سکتے ہیں۔"

"لیکن مجھ سے تو وہ یہی کہہ کر آئے تھے کہ آپ کے ہاں جا رہا ہوں۔"

"لیکن وہ یہاں نہیں آئے، آخر بات کیا ہے، تم پریشان کیوں ہو۔"

"کیا آپ کو ابھی تک کچھ معلوم نہیں۔"

"یا اللہ رحم.... کیا معاملہ ہے، تم کیا کہنا چاہتے ہو۔" سیٹھ ہارون نے پریشان ہو کر کہا۔

"صرف یہ کہ....!"

اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی، محمود، فاروق اور فرزانہ چونک اٹھے۔ فرزانہ کے منہ سے بے ساختہ انداز میں نکلا۔

"ابا جان آ گئے۔"

آنے والے واقعی انسپکٹر جمشید تھے۔ انہوں نے سب پر

ایک نظر ڈالی ...... اور پھر بولے ۔

"میں یہاں سیٹھ صاحب کے مینجر آرام بیگ صاحب سے ملنے کے لیے آیا ہوں ۔"

"لیکن جمشید ! تمہاری تو یہاں دعوت بھی تھی ۔"

"دعوت کی بات چھوڑو ۔ اس وقت ایک سنگین معاملہ درپیش ہے"

خان رحمان نے ان کا سب سے تعارف کرایا ۔ اس پر سیٹھ ہارون بولے :

"ابھی ابھی آرام بیگ کے اسسٹنٹ اختر کبیر بھی ان سے ملنے آئے ہیں ، لیکن وہ تو سرے سے یہاں پہنچے ہی نہیں ۔" سیٹھ ہارون نے اختر کبیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔

"اوہو ..... تو یہ ہیں اختر کبیر صاحب ..... انہوں نے ہی مجھے بھی یہ اطلاع دی تھی کہ آرام بیگ یہاں آئے ہیں ۔"

"حیرت ہے ، پھر آرام بیگ کہاں چلے گئے ۔"

"لیکن ابا جان ! آپ ان سے کیوں ملنا چاہتے ہیں ۔"

"سیٹھ صاحب کی کمپنی کے ڈرافٹوں میں کچھ خرد برد ہوئی ہے"

"جی ..... کیا فرمایا آپ نے ۔" سیٹھ ہارون زور سے چونکے

"جی ہاں ! شاید ابھی تک آپ کو اطلاع نہیں ملی ، اختر کبیر آپ کو ساری بات بتا سکیں گے ۔"

"لیکن میری کمپنی میں خرد برد کیسے ہو سکتی ہے ..... نہیں

..... یہ نہیں ہو سکتا ۔"

"کیوں سیٹھ ہارون ، یہ کیوں نہیں ہو سکتا ؟" خان رحمان حیران ہو کر بولے ۔

"میرا خیال ہے ، سب لوگ اطمینان سے بیٹھ جائیں ، پہلے پوری بات کا پتا بھی تو چلے ۔" نعمان نے تجویز پیش کی ۔

یہ بات سب کو پسند آئی ۔ اب سب لوگ باغ سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے ، بہت سے مہمان تو پہلے ہی رخصت ہو چکے تھے ۔ اس لیے باقی لوگ آسانی سے ڈرائنگ روم میں سما گئے ۔ اب اختر کبیر نے پوری کہانی کہہ سنائی ۔

"اف خدا ..... یہ میں کیا سن رہا ہوں ۔" سیٹھ ہارون خوف زدہ لہجے میں بولے ۔

"اور اب کمپنی کے دفتر میں پولیس والے موجود ہیں ، میں نے فون کر کے آرام بیگ صاحب کو بلانے کی کوشش کی ، لیکن شاید آپ کے فون میں کوئی خرابی ہو گئی ہے ..... "

"ابھی ابھی تو ٹھیک کام کر رہا تھا ..... ہو سکتا ہے ، ادھر سے کال آ رہی ہو اور ادھر نہ آ رہی ہو ، خیر اس کی مرمت تو ہو جائے گی ، اب سوال یہ ہے کہ اب کیا کیا جائے ، آرام بیگ کو کہاں تلاش کیا جائے ۔ کمپنی کے دفتر میں بیٹھی پولیس کا کیا کیا جائے ۔"

"ان کو بتا دیا جائے کہ آرام بیگ غائب ہے ..... وہ خود ہی

اسے تلاش کرتے پھریں گے ؛ البتہ پہلے ان کے گھر پتا کر لینا چاہیے
کہیں وہ گھر نہ پہنچ گئے ہوں۔"

"آرام بیگ کے گھر میں فون نہیں ہے۔"

"میں ابھی جا کر معلوم کرتا ہوں، پھر آپ کو اطلاع د
دوں گا اور پولیس کو بھی بتا دوں گا۔" اختر کبیر نے کہا۔

"اور آپ لوگ یہاں کس سلسلے میں آئے ہیں۔" انسپکٹر جمشید
پولیس کے آدمیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

"یہاں بھی ایک چکر موجود ہے۔" فاروق نے سرد آہ بھری
دوسرے مسکرانے لگے۔

انسپکٹر جمشید کو سوٹ کیس کی تبدیلی کے بارے میں تفصیل
بتایا گیا۔ اس کہانی کو سن کر وہ سوچ میں ڈوب گئے۔ آخر

"دونوں ہی معاملے عجیب و غریب ہیں.... بینک اس وقت
ہو چکے ہوں گے، پھر بھی میں اسی وقت تفتیش کرانے کی کوش
کروں گا، لیکن اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز آرام بیگ صاح
کی گمشدگی ہے، تھوڑی دیر پہلے تو وہ کمپنی کے دفتر میں موجو
پھر اب کہاں چلے گئے ہیں، سوٹ کیس کا معاملہ بھی سمجھ میں
آیا.... آخر نوٹوں سے بھرا یہ سوٹ کیس کس کا ہے۔" وہ اتنے
کہاں سے لایا۔" وہ سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں بولے۔

"میرا خیال ہے، مجھے تو چلنا چاہیے۔" اختر کبیر نے اٹھتے

"ہاں! آپ کو فوراً آرام بیگ کا پتا کرنا چاہیے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اگر وہ گھر نہ ملے تو پھر ان کی باقاعدہ تلاش شروع کی جائے گی۔"

اختر کبیر کے جانے کے بعد دوسرے مہمان بھی رخصت ہونے
لگے۔ پولیس والے بھی چلے گئے، اب وہاں صرف انسپکٹر جمشید،
خان رحمان اور پروفیسر داؤد وغیرہ رہ گئے۔ سوٹ کیس انسپکٹر جمشید
کی ہدایت پر وہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔ بعد میں اسے سیٹھ ہارون
کے کمرے میں رکھ کر دروازے کو تالا لگا دیا گیا۔

آدھا گھنٹا بھی نہیں گزرا ہو گا کہ اختر کبیر نے آکر بتایا:

"آرام بیگ اپنے گھر بھی نہیں پہنچے، ان کے گھر والے بھی
پریشان ہیں۔"

"اوہ! یہ بہت برا ہوا، میں ان سے کچھ خاص باتیں معلوم کرنا
چاہتا تھا، لیکن میرا خیال ہے کہ وہ خاص باتیں اختر صاحب کو بھی
معلوم ہوں گی۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں؟"

"پہلی بات تو یہ کہ غبن شدہ رقم کل کتنی ہے، یعنی جو ڈرافٹ
غائب ہوئے ہیں، ان کی رقم کتنی ہے۔"

"میں حساب لگا کر ہی بتا سکتا ہوں۔"

"آپ شوق سے بیٹھ کر حساب لگائیے....."

"جی بہت بہتر!" اس نے کہا اور ایک کونے میں کاغذ قلم

سنبھال کر بیٹھ گیا۔

"ابا جان! مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ آرام بیگ ہی نے
وہ ڈرافٹ اڑائے ہیں، اسی لیے وہ غائب ہو گیا ہے۔" فرزانہ
نے خیال ظاہر کیا۔

"ہو سکتا ہے، تمہارا خیال ٹھیک ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"تو پھر ہمیں اجازت دیجیے، ہم بھی اس معاملے میں کچھ ہاتھ
پیر ہلا لیں۔ اس طرح تو ہم اکتاہٹ کا شکار ہو جائیں گے۔" محمود
نے کہا۔

"اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ اکتاہٹ کا شکار ہونا کچھ اچھی
بات نہیں، اس طرح اکتاہٹ ڈینگیں مارتی پھرے گی کہ میں نے
فاروق اور فرزانہ کو اپنا شکار بنا لیا، وہ جو بڑوں بڑوں کو چکرائے
پھرتے ہیں۔" فاروق نے بھی زبان کھولی۔

"ہاں! میں جانتا ہوں، جو تمہارے دل میں آئے کرو۔"

"تو پھر ہم ذرا کمپنی کے دفتر تک جا رہے ہیں، وہاں آرام بیگ
صاحب کے کمرے کا جائزہ لیں گے۔"

"کیوں سیٹھ صاحب! اس وقت کمپنی کا دفتر تو بند نہیں ہو
گیا ہو گا۔"

"جی ہاں! لیکن ایک چوکیدار وہاں رات بھر رہتا ہے، میں
کے نام رقعہ لکھ دیتا ہوں، اور اپنی چابیاں انہیں دے دیتا

ہوں۔ یہ جا کر جائزہ لے آئیں گے۔"

"بہت بہت شکریہ سیٹھ صاحب!" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

جب وہ چابی اور رقعہ لے کر کوٹھی سے باہر نکلے تو انہوں
نے ایک پوسٹ مین کو کوٹھی کی طرف آتے دیکھا۔

"یہ ڈاک آنے کا وقت تو نہیں۔" فرزانہ رک کر اس کی
طرف دیکھنے لگی۔

"تو کوئی تار آیا ہو گا۔" محمود بولا۔

"چلو بھئی، دیر کرنے کا کیا فائدہ؟" فاروق نے کہا۔

"ٹھہرو، ذرا دیکھ تو لیں، پوسٹ مین کیا لایا ہے۔"

اتنے میں پوسٹ مین ان کے قریب آ گیا:

"کیوں جناب! کیا سیٹھ صاحب کی کوٹھی میں اس وقت انسپکٹر
جمشید بھی ہیں۔"

"جی ہاں! بالکل ہیں، لیکن آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟"

"میرا اندازہ ہے کہ وہ یہاں ہیں۔" اس نے کہا۔

"کیا ان کے نام کوئی خط یا تار ہے۔" محمود نے پوچھا۔

"جی نہیں! ایسی کوئی بات نہیں، میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"آئیے! ہم آپ کو ان تک لے چلیں۔" محمود نے جلدی سے
کہا، کیونکہ وہ یہ جاننے کے لیے بے چین ہو گیا تھا کہ پوسٹ مین
ان کے والد سے کیوں ملنا چاہتا ہے۔ فرزانہ کی حالت بھی محمود

کی سی تھی، لیکن فاروق ان کے ساتھ قدم اٹھاتا ہوئے برے
برے منہ بنا رہا تھا۔

"میرا خیال ہے، آج ہم نے وقت ضائع کرنے کا ٹھیکہ لے
ہے۔" وہ بڑبڑایا، لیکن پوسٹ مین کے کانوں تک اس کے الفا
نہیں پہنچے۔

انسپکٹر جمشید نے انہیں واپس آتے دیکھا تو حیران ہوئے بغ
نہ رہ سکے، لیکن پھر ان کے ساتھ پوسٹ مین کو دیکھ کران کی
حیرت دور ہو گئی۔

"آئیے رشید اختر صاحب..... معلوم ہوتا ہے، آپ نے کوئی
خاص بات معلوم کی ہے۔"

"جی ہاں! آپ کے چلے آنے کے بعد میں رسید بک دیکھ
کے لیے اٹھا، الماری کے پٹ کھولے، لیکن رسید بک الماری
میں کہیں بھی نہیں تھی، جبکہ اس سے پہلے وہ ہمیشہ الماری
رکھی رہتی تھی۔ اس کے بعد میں نے پورے گھر کی تلاشی لے
لیکن رسید بک نہیں ملی..... میں نے یہ مناسب خیال کیا کہ آپ
کو اطلاع دے دوں۔ چنانچہ یہاں چلا آیا۔"

"لیکن آپ کو یہ کس طرح معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں"
انسپکٹر جمشید نے اسے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"میرا اندازہ یہی تھا کہ آپ یہاں ہوں گے، اگر آپ یہاں

ملتے تو میں آپ کے گھر جاتا۔" اس نے کہا۔

"اس کا مطلب یہی تھا کہ ڈرافٹ اڑانے والے نے اپنے خلاف
ایک ثبوت چرا لیا ہے۔"

"جی ہاں!"

"اور یہ بہت برا ہوا، مجھے اس رسید بک کو فوراً اپنے قبضے
میں کر لینا چاہیے تھا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اور اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ مجرم ہمارے آس پاس ہی
کہیں موجود ہے۔" محمود نے خیال ظاہر کیا۔

"ہاں! تمہارا خیال ٹھیک ہے..... تم تینوں فوراً کمپنی چلے جاؤ،
میں اس کیس میں تیزی آتے ہوئے محسوس کر رہا ہوں، ایسا نہ ہو کہ
مجرم اپنے خلاف تمام ثبوت مٹا ڈالے اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں۔"

"بہت بہتر! ہم چلتے ہیں۔"

وہ جب ایچ اینڈ سنز کے دفتر کے سامنے پہنچے، سورج غروب
ہو چکا تھا۔ دروازے پر ایک چوکیدار چوکس بیٹھا تھا۔ انہیں اپنی طرف
بڑھتے دیکھ کر وہ چونکا۔

"خان صاحب! ہمیں اس پورے دفتر کی تلاشی لینی ہے۔"

"کیا مطلب؟" چوکیدار نے حیران ہو کر کہا۔

"ہمارے پاس سیٹھ ہارون کا اجازت نامہ ہے۔" انہوں نے اجازت نامہ
نکال کر دکھایا۔

"میری زندگی میں یہ پہلا موقع ہے کہ کمپنی کے مالکان نے خود ہی کسی کو تلاشی لینے کے لیے بھیجا ہو۔" چوکیدار بولے۔

"بڑے میاں! آپ کی ہی زندگی میں نہیں، ہماری زندگی میں بھی یہ پہلا موقع ہے، بہرحال آپ دروازے کھول دیں اور بتیاں جلا دیں، تلاشی ہم خود لے لیں گے۔"

چوکیدار نے تالے کھول ڈالے اور تمام کمروں کی بتیاں جلا دیں۔

"اب ہمیں صرف اتنا بتا دیں کہ آرام بیگ کا کمرہ کونسا ہے؟"

"تیسرا کمرہ ان کا ہی ہے۔"

"بس ٹھیک ہے، آپ دروازے پر ٹھہریں اور کسی کو اندر نہ آنے دیں، اگر کوئی زبردستی اندر آنے کی کوشش کرے تو چیخ کر ہمیں خبردار کر دیں۔"

"اور اگر زبردستی اندر آنے کی کوشش کرنے والوں نے چیخنے پر مجھے زخمی کر دیا۔" چوکیدار نے گھبرا کر کہا۔

"اس صورت میں ہم ان سے آپ کا پورا پورا انتقام لیں گے، آپ بے فکر رہیں۔" فاروق نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اچھا خیر، دیکھا جائے گا۔" یہ کہہ کر چوکیدار چلا گیا۔

انہوں نے کمرے کی تلاشی شروع کی۔ ایک بڑی سی میز کے دوسری طرف شاہانہ قسم کی کرسی بچھی تھی۔ آنے والوں کے لیے عام کرسیاں

تھیں۔ میز پر فائلوں اور دوسری دفتری چیز کا ڈھیر تھا۔ کمرے میں لوہے کی دو الماریاں تھیں۔ ان میں تالے لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے تلاشی شروع کی۔ میز، میز کی درازیں، میز کی ٹرے، غرض ہر چیز کو اچھی طرح دیکھا بھالا، جب کچھ نہ ملا تو انہوں نے الماریوں کی طرف توجہ دی:

"انہیں کھولنا ہی ہو گا۔" محمود نے کہا۔

چابیوں کا گچھا ان کے پاس موجود تھا۔ پہلی الماری کے پٹ کھلتے ہی فاروق کی نظریں چند عجیب چیزوں پر پڑیں۔ دوسرے ہی لمحے تینوں چونک اٹھے۔

الماری کے سب سے نچلے خانے میں دفتری چیزوں کے ڈھیر کے پیچھے نقلی مونچھیں، ایک ہندوانہ ٹوپی اور پلاسٹک کی ایک جھلی موجود تھی۔

کمپنی تک پہنچے ہی نہیں ، یا یہ کہا سکتا ہے کہ کمپنی کے حساب میں جمع ہی نہیں ہوئے۔"

"پچاس لاکھ"! انسپکٹر جمشید نے خوف زدہ لہجے میں کہا ۔۔ ساتھ ہی وہ زور سے چونکے ۔ انہوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا :

" نعمان صاحب ! آپ ایک کام کیجیے۔"

" فرمایئے ! میں ہر کام کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

" صرف اتنا کام کر دیں کہ سوٹ کیس میں موجود نوٹوں کی تمام گڈیوں کو گن کر رقم کا حساب لگا دیجیے"۔ انہوں نے کہا۔

"کیوں ! آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں؟"

" ابھی ابھی مجھے ایک خیال آیا تھا ، اور اگر وہ خیال درست ہوا تو ایک بہت عجیب بات سامنے آئے گی۔"

"بہتر! میں اسے گننے جاتا ہوں۔"

" اور مسٹر کبیر کو بھی ساتھ لیتے جایئے ..... یہ آپ کی مدد کریں گے۔"

" بالکل ٹھیک ہے۔" نعمان نے خوش ہو کر کہا اور اختر کبیر اٹھ کر اس کے ساتھ اندر والے کمرے میں چلا گیا۔

" جمشید ! وہ عجیب خیال کیا ہے؟" خان رحمان نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

" ابھی چند منٹ ٹھہرو" جونہی مسٹر نعمان اور اختر کبیر صاحب

مصنوعی عقل

محمود ، فاروق اور فرزانہ کمپنی کی تلاشی لینے کے لیے جا چکے تھے۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد سیٹھ ہارون کے دو ملازم سوٹ کیس اٹھائے اندر داخل ہوئے ۔ نعمان اس سوٹ کیس کو دیکھتے ہی اچھل پڑا :

" یہی میرا سوٹ کیس ہے۔"

" پہلے اسے کھول کر دیکھ لیں ، ہو سکتا ہے ، یہ بھی آپ کا نہ ہو۔" انسپکٹر جمشید بولے ۔

" بہت بہتر!" نعمان نے کہا اور سوٹ کیس کو کھول ڈالا ۔ اس میں بے شمار چیزیں بھری ہوئی تھیں ۔ ان چیزوں کو دیکھ کر اس نے خوش ہو کر کہا ۔

" یہ میرا ہی ہے ..... خدا کا شکر ہے۔"

" چلو ! ایک پریشانی تو دور ہوئی ، مسٹر اختر کبیر ، آپ نے اب تک حساب لگایا یا نہیں۔"

" جی ہاں لگا چکا ہوں ، سیٹھ صاحب کو مختلف لوگوں نے ڈرافٹوں کے ذریعے تقریباً پچاس لاکھ روپے ادا کیے تھے ، لیکن یہ ڈرافٹ

نے باہر آکر گڈیوں کی کل رقم بتائی، میں اپنے ذہن میں آنے والا
خیال آپ سب کو بتا دوں گا، لیکن اس بات کا بھی امکان ہے
کہ میرا اندازہ بالکل ہی غلط ثابت ہو۔"

"خیر دیکھا جائے گا۔"

ٹھیک پندرہ منٹ بعد سیٹھ صاحب کے کمرے کا دروازہ
کھلا۔ نعمان اور اختر کبیر باہر نکلے۔ نعمان نے اعلان کرنے
والے انداز میں کہا:

"گڈیوں کی کل رقم پوری پچاس لاکھ روپے بنتی ہے۔"

"بہت خوب! میرا بھی یہی خیال تھا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب! کیا خیال تھا تمہارا؟" پروفیسر داؤد حیران ہو
کر بولے۔

"بات بالکل صاف ہے، سیٹھ صاحب کی کمپنی کے جو
ڈرافٹ اڑائے گئے ہیں، ان کی کل رقم بھی پچاس لاکھ روپے
بنتی ہے اور اس سوٹ کیس کی رقم کی بھی، اب ہم اس کے
سوا کیا سکتے ہیں کہ یہ انہی ڈرافٹوں کی رقم ہے۔" انسپکٹر
جمشید یہ کہہ کر مسکراتے ہوئے خاموش ہو گئے۔

"لیکن جناب! یہ کیسے ہو سکتا ہے، یہ سوٹ کیس تو میں
غلطی سے سٹیشن سے اٹھا کر لایا ہوں....." نعمان نے نفی میں
سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اس سوٹ کیس میں یہ رقم جس کسی نے بھی رکھی، اس نے یہ
رقم اگر غیر قانونی طریقے سے حاصل نہیں کی تھی تو اب تک اس
نے اس کی گمشدگی کی رپورٹ کیوں نہیں کرائی۔ اسے تو ریڈیو تک
پر اعلان کرانا چاہیے تھا، آخر یہ نصف کروڑ روپے کا معاملہ ہے۔"
انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہو سکتا ہے، اس نے رپورٹ درج کرائی ہو، یا ریڈیو سے
اعلان بھی کرایا ہو، ہم نے یہاں اپنی پریشانی میں ریڈیو کب
سنا ہے اور پولیس رپورٹ کے بارے میں ہمیں کس طرح معلوم
ہو سکتا ہے۔"

"میں اس کا انتظام کر چکا ہوں۔ میں نے اپنے ایک ماتحت کی
ڈیوٹی لگا رکھی ہے..... وہ ریڈیو سے کان لگائے بیٹھا ہے اور
اس سے پہلے تمام پولیس اسٹیشنوں کو یہ ہدایت کی جا چکی ہے کہ
جونہی کوئی شخص نوٹوں سے بھرے ایک سوٹ کیس کی گمشدگی کی
رپورٹ درج کرانے آئے، اسے روک لیا جائے اور مجھے اطلاع
دی جائے، لیکن ابھی تک مجھے کوئی اطلاع نہیں ملی۔"

"اوہ! تو یہ سوٹ کیس جس کا بھی ہے، اس نے رقم
غیر قانونی طریقے سے حاصل کی ہے۔"

"جی ہاں! میں یہی کہنا چاہتا ہوں، اور اب تو مجھے یقین
ہوتا جا رہا ہے کہ یہ انہی ڈرافٹوں کی رقم ہے..... وہ شخص

اس رقم کو لے کر دار الحکومت سے فرار ہونے کی کوشش کر رہا
تھا، لیکن اس کی بدقسمتی کہ سوٹ کیس بدل گیا اور بدل بھی کس سے
گیا، جن کی یہ رقم بنتی ہے۔ یہ قدرت کا ایک حیرت انگیز ترین
انصاف ہے۔"

"میں نے کہا تھا نا.... کہ میری کمپنی میں غبن کس طرح ہو
سکتا ہے۔" سیٹھ ہارون نے بلند آواز میں کہا۔

"ہاں! آپ نے کہا تھا، اور میں آپ کے پُریقین جملے کو سن کر
حیران بھی ہوا تھا کہ آپ آخر اس قدر یقین سے یہ بات کس
طرح کہہ سکتے ہیں جب کہ غبن ہو بھی چکا تھا۔"

"بات دراصل یہ ہے جناب.... کہ میں ہر سال اپنے تمام
مال پر زکوٰۃ ادا کرتا ہوں اور جس مال پر زکوٰۃ باقاعدگی سے ادا کی
جائے، اس مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا، یہ میرا ایمان ہے۔"
سیٹھ ہارون بولے۔

"بہت خوب! خیر ابھی اس بات کا ثبوت حاصل کرنا ہے کہ
یہ رقم واقعی آپ کی ہے اور کس طرح یہ اس سوٹ کیس تک
پہنچی، وہ شخص کون ہے جس نے ڈرافٹ اڑائے اور انہیں کس
طرح کیش کرایا.... یہ سب باتیں ابھی ہمیں معلوم کرنا ہیں۔"

"اب اس بات میں کیا شک رہ جاتا ہے کہ مجرم آرام
بیگ ہے، اگر وہ مجرم نہیں تو غائب کیوں ہو گیا اور وہ غائب

اسی لیے ہوا کہ اس نے آپ کو کیس کی تفتیش کرتے دیکھ لیا تھا،
وہ ڈرا کہ آپ اصل بات کی تہہ تک ضرور پہنچ جائیں گے اور پھر
جیل کی سلاخیں اس کا مقدر بن جائیں گی۔" نعمان نے کہا۔

"آپ کا خیال بالکل ٹھیک ہے، اگر وہ مجرم ہے تو بچ کر
نہیں جائے گا۔"

عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ انسپکٹر جمشید نے بے تابی کے
عالم میں ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف اکرام تھا:

"ہیلو سر! ابھی تک کسی تھانے میں کوئی رپورٹ درج نہیں کرائی
گئی اور نہ ریڈیو پر اعلان کرایا گیا۔"

"ہوں ٹھیک ہے، بنکوں کے ذریعے یہ معلوم کرنے کی کوشش
کرو کہ ڈرافٹ کس طرح جمع ہوئے اور کس طرح کیش ہوئے، اس
کے لیے تمہیں سب سے پہلے ان لوگوں سے ملنا پڑے گا، جنہوں
نے ڈرافٹ پوسٹ کیے، لیکن ان کے ڈرافٹ ایچ اینڈ کمپنی کے
حساب میں جمع نہیں ہوئے، ان لوگوں سے یہ معلوم کرو کہ ان کے
ڈرافٹ کون سے بنکوں کے تھے، پھر ان بنکوں میں جا کر یہ معلوم
کرو کہ وہ ڈرافٹ کس بنک میں جمع کرائے گئے۔"

"لیکن سر! اب تو بنک بند ہو چکے ہیں۔" اکرام نے پریشان
ہو کر کہا۔

"تم یہ کام صبح کر لینا.... اگر کوئی نئی بات ہو تو مجھے فون

کر دینا۔"

"جی بہت بہتر!" اکرام نے کہا اور انسپکٹر جمشید نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ محمود، فاروق اور فرزانہ کی طرف سے کسی اطلاع کے لیے بے چین تھے اور سوچ رہے تھے کہ انہوں نے کافی دیر لگا دی۔

"میرا خیال ہے، میں ابھی کچھ دیر تک فون کے پاس ہی بیٹھوں گا، آپ لوگوں آرام کیجیے، خان رحمان تم بھی بچوں کو لے کر گھر چلے جاؤ۔ اب میرے ساتھ کسی کو بے آرام ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"تو کیا آپ بھی واپس جانے کا پروگرام بنا چکے ہیں؟" سیٹھ ہارون نے فکر مند ہو کر پوچھا۔

"جی ہاں! اب صبح سے پہلے یہاں کچھ نہیں ہو سکتا۔"

"لیکن یہ بھی تو سوچیے، مجرم ابھی تک آزاد ہے، ہو سکتا ہے، اسے یہ بھی معلوم ہو چکا ہو کہ سوٹ کیس میرے ہاں پہنچ چکا ہے، ایسی صورت میں وہ سوٹ کیس کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش ضرور کر سکتا ہے۔"

"اوہ ہاں! واقعی، اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا، خیر میں محمود، فاروق اور فرزانہ کو یہاں چھوڑ جاؤں گا، آپ انہیں سوٹ کیس والے کمرے میں چھوڑ دیجیے گا، پھر وہ جانیں اور میں، آپ کو سوٹ کیس

کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"بھلا وہ بچے اس کی کیا حفاظت کر سکیں گے۔" نعمان نے کہا۔

"نعمان میاں۔ آپ ملک سے باہر رہے ہیں، آپ کو ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔" خان رحمان مسکرائے۔

اسی وقت ایک بار پھر فون کی گھنٹی بجی۔ انسپکٹر جمشید نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف محمود تھا۔ اس کی چہکتی ہوئی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔

"ابا جان! یہ میں ہوں.... ہم نے یہاں آرام بیگ کے کمرے سے چند خاص چیزیں برآمد کی ہیں۔ امید ہے، آپ بھی انہیں دیکھ کر خوش ہوں گے۔"

"بہت خوب! کیا تم باقی کمروں کی تلاشی بھی لے چکے ہو؟"

"جی نہیں!" محمود بولا۔

"تب پھر جلدی جلدی باقی کمروں کو بھی دیکھ ڈالو اور جو چیزیں تمہیں اپنے مطلب کی نظر آئیں، انہیں لے کر یہیں آ جاؤ۔" انہوں نے ہدایت دی۔

"جی بہتر!"

"اور ہاں! تم نے بتایا نہیں، کہ وہ کام کی چیزیں کیا ہیں؟"

"ایک عدد مصنوعی مونچھیں، پلاسٹک کی ایک جھلی اور ایک ہندوانہ ٹوپی ملی ہے.... ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے..... مسٹر آرام بیگ

رام داس کا میک اپ کر کے ڈرافٹ وصول کرتا رہا ہو۔"

"اوہ!" انسپکٹر جمشید کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا۔

○

محمود، فاروق اور فرزانہ سیٹھ ہارون کے کمرے میں داخل ہوئے لیکن کمرے کے ایک ایک چپے کی تلاشی کے باوجود انہیں کوئی کا[illegible] کی چیز نہ ملی۔ اس کے بعد انہوں نے اختر کبیر اور کلرک رام داس کے کمرے بھی دیکھ ڈالے، لیکن کچھ نہ ملا۔ اس کے بعد انہوں نے باقی کمرے بھی دیکھے۔ اب صرف گودام رہ گئے تھے، لیکن گودام [illegible] کے پچھلے حصے میں تھے اور ان کی چابیاں سیٹھ ہارون نے انہیں نہیں دی تھیں۔

"یار فاروق! ذرا چوکیدار سے یہ تو پوچھ آؤ کہ گودام کی چابیاں اس کے پاس تو نہیں ہوتیں۔" محمود نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں پوچھے بغیر بتا سکتا ہوں کہ اس کے پاس چابیاں نہیں ہوتیں۔"

"بھلا تم پوچھے بغیر یہ کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"اس طرح کہ گودام کی چابیوں کا چوکیدار سے کوئی تعلق نہیں۔"

"تم ہو کام چور.... نہ جانے کے لیے کہہ رہے ہو، فرزانہ تم جاؤ۔" محمود نے جل بھن کر کہا۔

"مجھے اکیلے جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے، مہربانی فرما کر تم خود ہی چلے جاؤ تو بہتر ہے۔" فرزانہ جلدی سے بولی۔

"ڈر اور تمہیں لگتا ہے، فرزانہ یہ میں کیا سن رہا ہوں۔" محمود کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی۔

"فرزانہ کا ڈر بہت عقل مند ہے، جب موقع دیکھتا ہے، .... لگ جاتا ہے۔" فاروق مسکرایا۔

"دھت تیرے کی، فرزانہ تم سے بھی بڑی کام چور ہے۔" محمود نے جھلا کر کہا اور پیر پٹختا ہوا باہر کی طرف چلا گیا۔

"فرزانہ! تمہیں محمود کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرنا چاہیے تھا۔ چوکیدار سے معلوم کر آنا چاہیے تھا، آخر محمود تمہارا بڑا بھائی ہے۔"

"تو تم کیوں نہ چلے گئے، محمود تمہارا بھی تو بڑا بھائی ہے۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"بھئی میری نسبت وہ تمہارا زیادہ بڑا بھائی ہے۔"

فاروق کی بات پر فرزانہ کو ہنسی آ گئی، اسی وقت محمود اندر داخل ہوا۔ اس نے فرزانہ کو ہنستے دیکھ لیا۔

"بڑے دانت نکل رہے ہیں، کیا میری غیر حاضری میں ڈر نہیں لگا۔"

"تمہاری غیر حاضری میں ڈر کا کیا کام؟" فرزانہ کی بجائے فاروق نے فوراً کہا۔

"کیا مطلب .... تو کیا تمہیں میری موجودگی میں ڈر لگتا ہے۔"

"ہاں یہ سوچ کر کہ نہ جانے تم کس قدر خوفناک حکم دے ڈالو، آخر بڑے بھائی ہو، حکم دینے کا تمہیں حق پہنچتا ہے۔"

"اور تمہیں حکم ماننے کا حق نہیں پہنچتا۔" محمود نے تلملا کر کہا۔

"اب یہ تو حق کی مرضی ہے، جہاں اس کا جی چاہتا ہے، پہنچ جاتا ہے۔"

"دھت تیرے کی، میں بھی کس کی باتوں میں آگیا۔" محمود نے جھلا کر ران پر ہاتھ مارا.... اور گودام کی طرف چل دیا۔ دونوں اس کے پیچھے ہو لیے۔

"اب میرے پیچھے کیا لینے آ رہے ہو، وہیں رہ کر باتیں کرتے رہو نا۔"

"ہم اپنے بڑے بھائی کو خطرے میں جاتے دیکھ کر کیسے کھڑے رہ سکتے ہیں۔" فاروق نے شریر لہجے میں کہا۔

"میں خطرے میں نہیں، گودام میں جا رہا ہوں۔"

"ہمارے نزدیک گودام میں جانا خطرے سے خالی نہیں۔"

"کیوں! کیا وہاں مصنوعات کی بجائے جن بھوت رہتے ہیں"

"کیا خبر رہتے ہی ہوں، ویسے کیا تمہیں چوکیدار سے چابیاں مل گئی ہیں۔" فرزانہ نے پوچھا۔

"نہیں! اس کا کہنا ہے کہ گودام کی چابیاں صرف سیٹھ صاح

آرام بیگ صاحب یا پھر اختر کبیر صاحب کے پاس ہوتی ہیں۔"

"تو پھر تم گودام کی طرف کیا لینے جا رہے ہو۔"

"میری جیب میں چابیوں کا ایک گچھا موجود ہے، میں اسے آزماؤں گا۔"

"یہ حرکت مناسب نہیں ہوگی، سیٹھ صاحب نے ہمیں گودام کی تلاشی لینے کی اجازت نہیں دی۔" فاروق بولا۔

"ہم انہیں کے لیے کام کر رہے ہیں، شاید گودام کی تلاشی لینے پر ہمیں کوئی کام کی چیز مل جائے۔"

"اچھا بھائی.... تو پھر لے لو تلاشی۔" فاروق نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

"اگر تم میرا ساتھ نہیں دینا چاہتے تو میں اکیلا ہی گودام کو دیکھ لوں گا۔" محمود کا موڈ اب بھی خراب تھا۔

"ہم یہ کیسے برداشت کر سکتے کہ تم تو تلاشی کے لیے مارے مارے پھرو اور ہم آرام سے کھڑے رہیں۔"

"بس بس رہنے دو۔"

اتنی دیر میں وہ گودام کے پاس پہنچ چکا تھا۔ اس نے چابیوں کے گچھے میں سے پہلی چابی لگائی، اتفاق کی بات کہ پہلی ہی چابی لگ گئی۔ یہ دیکھ کر فاروق فوراً بولا۔

"بھئی واہ! کتنے ماہر قفل توڑ ہو۔"

"میں تم سے بات کرنا نہیں چاہتا۔"

"بہت اچھا! بلکہ بہت بہت شکریہ کہ تم نے یہ بات ہمیں بتا دی، یہ اور بات ہے کہ یہ بات بتانے کے لیے بھی تمہیں ہم سے بات ہی کرنا پڑی۔"

"فاروق! خدا تم سے سمجھے! بال کی کھال اتارنا تو بس تم پر ختم ہے۔" فرزانہ نے منہ بنا کر کہا۔

"اس کا مطلب ہے، اب لوگ بال کی کھال نہیں اتارا کریں گے، چلو اچھا ہی ہے۔" فاروق نے گویا اطمینان کا سانس لیا۔

محمود نے ہونٹ اس طرح بھینچ لیے جیسے فاروق کی بات کا جواب کہیں غیر ارادی طور پر منہ سے نہ نکل جائے۔ دروازہ دھکیلنے کے بعد انہیں سیڑھیاں نیچے جاتی نظر آئی تھیں۔ دوسرے ہی لمحے محمود تیزی سے سیڑھیاں اترتا چلا گیا، فاروق اور فرزانہ نے بھی اس تک پہنچنے میں تیزی دکھائی، نیچے اندھیرا گھپ تھا۔ محمود شاید دیوار کے ساتھ سوئچ ٹٹول رہا تھا، اچانک گودام جگ مگا اٹھا۔ انہوں نے دیکھا یہ ایک بہت طویل و عریض گودام تھا۔ ہر طرف مختلف قسم کے مالوں کی بوریاں اور گانٹھیں رکھی تھیں۔ اوپر سے دفتر کی عمارت جس قدر چھوٹی تھی، نیچے اتنی ہی بڑی تھی، شاید پوری چار دیواری کو گھیر لیا گیا تھا۔ ایک سوئچ کے ساتھ ہی انہیں اور کئی سوئچ نظر آئے۔ محمود نے تمام سوئچ آن کر دیے۔

دور دراز کونوں میں بھی بلب جل اٹھے۔ وہ گانٹھوں اور بوریوں کی قطاروں کے درمیان سے گزرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔

"آخر ہم یہاں کیا تلاش کر رہے ہیں، کیا ان گانٹھوں اور بوریوں کے درمیان وہ ڈرافٹ ملنے کی امید ہے۔" فاروق نے اکتا کر کہا۔

"نہیں! ہم یہاں تمہاری عقل تلاش کر رہے ہیں، بہت عرصہ ہو گیا اسے گم ہوئے۔" محمود کوشش کے باوجود خود کو خاموش نہ رکھ سکا۔

"غلط جگہ تلاش کر رہے ہو، اگر مجھ سے پوچھ لیتے تو میں تمہیں فوراً بتا دیتا کہ میں نے اپنی عقل کہاں گنوائی تھی۔" فاروق مسکرایا۔

"اوہو! تو تمہیں یہ بات معلوم ہے..... ارے ہائیں۔"

"یہ بعد میں ارے ہائیں کہنے کی کیا ضرورت تھی، میرے خیال میں ارے ہائیں سے پہلے ہی جملہ مکمل ہو چکا تھا۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تم کیا جانو! فرزانہ کو بلا وجہ ارے ہائیں منہ سے نکالنے کی عادت ہے..... اور یہ عادت اسے اسی دن پڑی تھی جس دن تم نے اپنی عقل گنوائی تھی۔" محمود نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"لیکن میں نے تو فرزانہ کے منہ سے ارے ہائیں کا لفظ

اکثر تو نہیں سنا، کبھی کبھار ضرور اس کے منہ سے نکل جاتا ہے۔"
فاروق بولا۔

"تمہارا خیال ٹھیک ہے فاروق، اس وقت میرا ارے ہائی
اسی کبھی کبھار میں شامل ہے۔"

"لو اور سنو! اب الفاظ میں کبھی کبھار میں شامل ہونے لگے۔"
محمود نے کہا۔

"تم الفاظ کی بات کرتے ہو، فرزانہ تو کبھی کبھار میں نہ جانے
کیا کچھ شامل کر دے۔" فاروق نے شریر لہجے میں کہا۔

"اگر تم دونوں سنجیدہ نہ ہوئے تو میں انہی قدموں واپس چلی
جاؤں گی اور ابا جان کو یہاں بلا لاؤں گی، اس طرح ان کے آنے
سے پہلے تم یہ ہرگز نہ جان سکو گے کہ میرے منہ سے ارے ہائی
کیوں نکلا تھا۔"

"ہمیں جاننے کی ایسی ضرورت بھی نہیں۔" محمود بولا۔

"ہاں! کیونکہ ہم خود بھی معلوم کر سکتے ہیں۔" فاروق اکڑ
کر بولا۔

"تمہارے فرشتے بھی معلوم نہیں کر سکتے۔" فرزانہ بھی تڑخ سے بولی۔

"ہم انہیں تکلیف دینا بھی نہیں چاہتے.... آخر وہ فرشتے ہیں،
کوئی ہمارے ملازم نہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"ٹھیک ہے، تو پھر میں جا رہی ہوں۔ ٹکراتے رہو، ان دیواروں

سے سر۔" فرزانہ نے جھلا کر کہا اور واپس مڑ گئی۔

"یار فاروق! یہ تو واقعی جا رہی ہے اور اس طرح وقت ضائع
ہو گا۔" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"تو چلو روک لیتے ہیں۔" فاروق بولا۔

دونوں دوڑ کر فرزانہ کے سامنے آ گئے اور ہاتھ جوڑ کر کھڑے
ہو گئے:

"ہماری اچھی بہن ہمیں معاف کر دو.... اور فوراً یہ بتا دو کہ
تمہارے منہ سے ارے ہائیں کیوں نکلا تھا۔" محمود نے گڑگڑا
کر کہا۔

"اب کیا ہوا، تم تو بہت اکڑ دکھا رہے تھے۔" فرزانہ نے
دونوں کو کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

"دراصل وہ اکڑ مصنوعی تھی، تم تو جانتی ہی ہو، مصنوعی اکڑ
کے پاؤں نہیں ہوتے۔" فاروق بولا۔

"وہ جھوٹ کے نہیں ہوتے، محاوروں اور ضرب الامثال کو
توڑا مروڑا نہ کرو۔"

"قسم لے لو جو آج تک میں نے کسی چیز کو بھی توڑا مروڑا ہو۔"
فاروق نے گھبرا کر کہا اور فرزانہ کو ہنسی آ گئی، ہار مانتے ہوئے
بولی:

"اچھا آؤ.... میں بتاتی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ پھر اسی جگہ پہنچ گئی۔

جہاں سے واپس مڑی تھی اور بغور ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

"یہ تم ادھر ادھر دیکھ رہی ہو یا بتا رہی ہو۔"

"دراصل میرے کانوں نے کسی کے کراہنے کی بہت ہلکی سی آواز سنی تھی اور یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ میرے کان تمہارے کانوں کی نسبت بہت تیز ہیں۔"

"ہاں! ان تیز کانوں کی وجہ سے ہمیں اکثر منہ کی کھانا پڑتی ہے .... لیکن یہ تو تم بہت زیادہ حیرت انگیز بات سنا رہی ہو، اس تہہ خانے میں بھلا کسی زندہ انسان کا کیا کام" محمود نے کہا۔

"تو کیا تمہارے خیال میں یہاں مردہ انسانوں کا کام ہے" فاروق نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"دھت تیرے کی" محمود نے جھلا کر ران پر ہاتھ مارا "خدا کے بندے، کبھی تو سنجیدہ ہو جایا کرو۔"

"میرا خیال ہے، میں نے اس وقت بہت ہی سنجیدگی سے ایک بات کہی ہے۔"

"تب تو تمہاری سنجیدگی سے بھی خدا بچائے" فرزانہ بولی اور تیز تیز قدم اٹھاتی آگے بڑھنے لگی۔ گودام بہت لمبا چوڑا تھا۔ دوسرے لفظوں میں شیطان کی آنت جتنا لمبا تھا۔ اس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچنے میں بھی انہیں کئی منٹ لگ گئے اور اس

وقت انہوں نے ریشم کی گانٹھوں کے درمیان ایک آدمی کو بیہوش پڑا پایا۔ کچھ دیر اسے ہوش میں لانے میں لگی، اس کی آنکھیں کھلیں تو اس نے بوکھلا کر کہا:

"تم .... میں کہاں ہوں۔"

"گگ گودام میں۔" فاروق ہکلایا۔

"گگ کیا مطلب؟"

"جی .... مطلب بھلا ہم کیا بتا سکتے ہیں .... ہم نے آپ کو اسی جگہ بندھے پایا ہے، پہلے آپ بتائیں، آپ ہیں کون؟"

"مم .... میں .... میں آرام بیگ ہوں .... اس کمپنی کا مینجر۔"

"لیکن یہ آرام کرنے کی کونسی جگہ ہے۔" فاروق کے منہ سے نکل گیا، محمود اور فرزانہ اسے گھورنے لگے۔

"میں نہیں جانتا، یہ سب کیا ہے، میں تو گودام کا جائزہ لینے آیا تھا، کسی نے پیچھے سے میرے سر پہ کوئی وزنی چیز دے ماری، میرا سر زور سے چکرایا تھا اور بے ہوش ہو گیا تھا، اس کے بعد ابھی ہوش آیا ہے۔" وہ کہتا چلا گیا۔

"ہوں! ذرا دیکھیں، کہیں آپ کے سر پہ زخم تو نہیں۔" محمود نے کہا۔

اس نے اس کے سر کا پچھلا حصہ ٹٹولا۔ دوسرے ہی لمحے اس کی حیرت کا کوئی ٹھکانا نہ رہا، سر پہ چوٹ کا کوئی نشان نہیں تھا

.....نہ ہی سر پہ کوئی ابھار تھا.... چوٹ لگنے سے اگر خون نہیں نکلا تھا تو گومڑ تو ضرور ابھرا ہوا ہونا چاہیے تھا۔ آخر اس نے کہا۔

"زخم نہیں بنا، شاید کوئی بہت ہلکی سی چیز ماری گئی تھی۔"

"نہیں، چیز بہت بھاری تھی اور پورے زور سے ماری گئی تھی، میں حیران ہوں کہ زخم کیوں نہیں آیا۔"

"زخم تو زخم..... یہاں تو کسی ابھار کا نام و نشان بھی نہیں ہے۔"

"کیا !! آرام بیگ نے چلا کر کہا، ساتھ ہی اس کا ہاتھ سر کے پچھلے حصے پر گیا، دوسرے ہی لمحے اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ گودام کا جائزہ لے رہے ہوں اور آپ کو نیند آ گئی ہو، پھر خواب میں آپ نے دیکھا ہو کہ کسی نے آپ کے سر پہ کوئی چیز دے ماری۔" محمود نے کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا کہ میں گودام کا معائنہ کرنے آیا ہوں اور مجھے نیند آ گئی ہو۔"

"نیند کا کیا ہے، پھانسی کے تختے پر بھی آ سکتی ہے۔"

"نہیں! مجھے تو پہلے ہی کم نیند آتی ہے.... خیر پہلے یہ بتائیے، آپ لوگ کون ہیں اور گودام میں کس طرح داخل ہوئے۔"

"ہم سیٹھ ہارون کی اجازت سے کمپنی کے دفتر کی تلاشی لینے آئے تھے، ہم نے سوچا، لگے ہاتھوں گودام کی بھی تلاشی لے لی جائے۔"

"لیکن سوال یہ ہے کہ آپ کو دفتر کی تلاشی لینے کی اجازت کیوں دی گئی، اس کی کیا ضرورت پیش آ گئی، آپ لوگ آخر ہیں کون؟"

"یہ تو آپ کو معلوم ہی ہو گا کہ آپ کی کمپنی کے کئی بڑے بڑے ڈرافٹ غائب کر دیے گئے ہیں، ہم اس سلسلے میں تفتیش کر رہے ہیں۔"

"آپ لوگ تفتیش کر رہے ہیں؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں! بات اس طرح آپ کے پلے نہیں پڑے گی، بہتر ہو گا کہ آپ ہمارے ساتھ سیٹھ ہارون کے گھر تک چلیں، وہیں ساری بات آپ کو معلوم ہو گی، وہاں یوں بھی آپ کا انتظار ہو رہا ہے، سب لوگ آپ کو مفرور خیال کیے بیٹھے ہیں۔"

"مفرور اور میں! یعنی میں بھاگ نکلا ہوں، لیکن بھلا مجھے بھاگنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"پچاس لاکھ کے ڈرافٹ غائب ہوئے ہیں جناب، یہ کوئی معمولی بات تو نہیں۔" فاروق نے کہا۔

"اف میرے خدا.... ان کی رقم پچاس لاکھ بنتی ہے...." اس نے لرزتی آواز میں کہا۔

"جی ہاں! اب اٹھیے.... ہمیں سیٹھ صاحب کے ہاں بھی پہنچنا ہے۔"

وہ کسی نہ کسی طرح اٹھا اور ان کے ساتھ باہر آیا۔ چوکیدار نے اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ پھر وہ تڑ سے گرا اور بے ہوش

ہو گیا۔

"لیجیے! ایک اور بے ہوش ہوا، معلوم ہوتا ہے، ایچ اینڈ سنز کے عملے میں بے ہوشی کی بیماری عام ہو گئی ہے۔" فاروق بولا۔

"یہ مجھے اندر سے نکلتے دیکھ کر بے ہوش ہوا ہے، ظاہر ہے اس کے خیال میں میں اندر نہیں ہو سکتا۔"

"کیا آپ پیدل آتے ہیں؟"

"نہیں کار پہ آتا ہوں، لیکن چند روز سے کار خراب ہے، وہ مرمت کے لیے گئی ہے.... اس لیے ٹیکسی وغیرہ کے ذریعے آتا ہوں، چوکیدار ہمارے جانے کے کوئی ایک گھنٹہ بعد آتا ہے، اس وقت سب لوگ جا چکے ہوتے ہیں۔" آرام بیگ نے بتایا۔

"اوہ! تو یہ بات ہے۔"

چوکیدار کو جلد ہی ہوش آ گیا۔ آرام بیگ نے اسے دلاسہ دیا اور چاروں سیٹھ ہارون کے گھر کی طرف ایک ٹیکسی میں روانہ ہوئے۔ آرام بیگ کو ان کے ساتھ دیکھ کر ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"کمال ہے، ہم تو آپ کو سارے شہر میں تلاش کرا رہے ہیں۔" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

"اور میں اپنی ہی کمپنی کے گودام میں بے ہوش پڑا تھا۔" یہ کہہ کر اس نے انہیں بھی وہی کچھ بتا دیا جو ان تینوں کو بتایا تھا۔

"لیکن آپ کو شام کے وقت گودام کا جائزہ لینے کی کیا ضرورت پیش آ گئی تھی؟" انسپکٹر جمشید نے سوال کیا۔

"ڈرافٹوں کے غبن نے مجھے پریشان کر دیا تھا، میں نے سوچا، کہیں گودام میں بھی گڑبڑ نہ ہو، بس اسی لیے دیکھنے چلا گیا۔" وہ کہتا چلا گیا۔

"کمپنی کے بیرونی دروازے کو تالا کون لگاتا ہے؟"

"اگر میں سب سے آخر میں جاتا ہوں تو میں ہی لگاتا ہوں، سیٹھ ہارون صاحب اگر آخر میں جائیں تو وہ لگاتے ہیں، اگر میں جلد فارغ ہو جاؤں اور سیٹھ صاحب جا چکے ہوں تو میں اختر کبیر کو کہہ جاتا ہوں، پھر تالا وہ لگاتے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے، آج تالا انھوں نے لگایا ہوگا، کیونکہ سیٹھ صاحب تو آج پارٹی کی وجہ سے دفتر گئے ہی نہیں تھے۔"

"جی ہاں! بیگ صاحب نے مجھے بتایا تھا کہ انہیں سیٹھ صاحب کے ہاں جانا ہے، اس لیے تالا میں لگاؤں، انھوں نے چابی مجھے دے دی، جب میں جانے لگا تو میں نے ان کے کمرے میں جھانک کر دیکھ لیا تھا، یہ کمرے میں موجود نہیں تھے، جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ یہ جا چکے ہیں، اب مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ گودام

میں بے ہوش پڑے ہیں۔"

"اور بیگ صاحب! آپ کا کہنا یہ ہے کہ.... گودام میں آپ کے سر پر کوئی چیز زور سے ماری گئی، اتنے زور سے کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔"

"جی ہاں! بالکل یہی بات ہے۔"

"خیر! میں آپ کو یہاں پیش آنے والے واقعات بھی سنا دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نے نوٹوں سے بھرے ہوئے سوٹ کیس کے بارے میں تفصیل سے سنا دیا، آخر بولے:

"اب بتائیے، آپ کیا کہتے ہیں، جب کہ محمود، فاروق اور فرزانہ کا کہنا یہ ہے کہ آپ کے سر پر نہ زخم کا کوئی نشان ہے نہ کوئی گومڑ موجود ہے، آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"خدا جانے یہ کیسے ہو سکتا ہے، میری تو عقل دنگ ہے۔" آرام بیگ نے کہا۔

"خیر! اب مجھے بھی کمپنی کے دفتر کی تلاشی لینی پڑے گی..... میرا خیال ہے، محمود، فاروق اور فرزانہ سے کوئی چوک ہو گئی ہے، سیٹھ صاحب! کیا آپ مجھے تلاشی اجازت دیں گے۔"

"جی ہاں.... ضرور.... کیوں نہیں۔"

"آؤ بھئی.... تم تینوں بھی میرے ساتھ چلو، میں باقی لوگوں سے درخواست کروں گا کہ سب لوگ یہیں آرام کریں، سونا چاہیں

تو بے شک سو جائیں۔"

"جی ہاں! ہماری قسمت میں تو ایسے موقعوں پر سونا ہوتا ہی نہیں۔" فاروق نے مسمسی صورت بنا کر کہا.... اور وہ مسکرانے لگے۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک بار پھر کمپنی کے چوکیدار کے سامنے کھڑے تھے اور وہ انہیں حیرت سے آنکھیں پھاڑے گھور رہا تھا۔

کام کا سراغ

"کیا بات ہے جناب! آپ پھر آ گئے" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"ہمیں دفتر اور گودام کی ایک بار پھر تلاشی لینی ہے۔" محمود نے کہا۔

"آخر یہ تلاشی کا کیا چکر شروع ہو گیا۔"

"پچاس لاکھ روپے کی رقم خرد برد کی گئی ہے۔ تلاشی نہیں لی جائے گی تو اور کیا کیا جائے گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"خیر خیر، مجھے کیا، سیٹھ صاحب کا اجازت نامہ دکھایئے اور اندر تشریف لے جایئے۔"

انہوں نے سیٹھ ہارون کا لکھا ہوا رقعہ اسے دکھایا اور تالا کھول کر اندر داخل ہوئے۔

"تم نے سب سے پہلے کس کے کمرے کی تلاشی لی تھی۔"

"جی.... آرام بیگ کی۔"

"ٹھیک ہے، لیکن میں سب سے پہلے سیٹھ ہارون کے کمرے کی تلاشی لوں گا۔" انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

"جی! کیا مطلب.... کیا آپ سیٹھ صاحب پر بھی شک کر رہے ہیں۔"

"ہاں! اس سارے کیس میں اس کا بھی ہاتھ ہو سکتا ہے۔"

"لیکن وہ اپنی رقم خود ہی کیوں اڑانے لگے۔" فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہو سکتا ہے، کمپنی نقصان میں جا رہی ہو اور اس غبن کا اعلان کر کے وہ کمپنی کو دیوالیہ کرنا چاہتے ہوں، تاکہ دوسروں کی رقوم کا بہت تھوڑا حصہ دینا پڑے۔ کوئی اور بات بھی ہو سکتی ہے، بہرحال میں سیٹھ صاحب کو بھی شک سے بری نہیں سمجھتا۔"

وہ سیٹھ ہارون کے کمرے میں داخل ہوئے۔ کمرے کے تمام بلب جلا دیے گئے اور ان کی روشنی میں انہوں نے ایک ایک چیز کا جائزہ لیا.... میز کی درازیں بند تھیں، انہیں انسپکٹر جمشید نے اپنے چابیوں کے گچھے کی مدد سے کھولا، ان میں کاروباری کاغذات کے سوا کچھ نہ تھا، وہ ان کاغذات کا جائزہ لینے لگے۔ محمود، فاروق اور فرزانہ نے اس وقت شدید اکتاہٹ محسوس کی۔ آخر انہوں نے سر اوپر اٹھایا اور پرجوش انداز میں بولے:

"میرا اندازہ درست نہیں تھا، کمپنی ان دنوں بہت نفع میں

جا رہی ہے۔"

"اوہ!" ان تینوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"اب آؤ۔ ذرا آرام بیگ کے کمرے کو بھی دیکھ لیں۔"

"اس شخص کا گودام میں بے ہوش ملنا مجھے بہت کھٹک رہا ہے"
فرزانہ نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"کھٹک رہا ہے، وہ کیوں؟"

"اس لیے کہ اس کے سر کے پچھلے حصے پر نہ تو زخم ہے نہ گومڑ
جب کہ شدید چوٹ پڑنے کی وجہ سے زخم یا گومڑ ہونا لازمی ہوتا
ہے، اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس نے خود کو بے گناہ ثابت
کرنے کے لیے بے ہوشی کا ڈھونگ رچایا ہے اور پھر اس کے کمرے
سے نقلی مونچھوں، ہندوانہ ٹوپی اور پلاسٹک کی جھلی کا ملنا، آخر
یہ سب کیا ہے۔" فرزانہ کہتی چلی گئی۔

"تمہاری باتوں میں بہت وزن ہے،" انسپکٹر جمشید سر ہلاتے
ہوئے بولے۔

"نہ جانے یہ فرزانہ باتوں میں وزن کہاں سے لے آتی ہے۔"
فاروق نے سرد آہ بھری۔

"دھت تیرے کی، یہ حسرت ہی رہی کہ کبھی تم بھی کام کی
بات منہ سے نکالو۔" محمود نے جھلا کر ان پر ہاتھ مارا۔

"چلو اچھا ہے، کسی نہ کسی بات کی حسرت بھی رہنی چاہیے۔"
فاروق مسکرایا۔

"ارے ہاں! تم نے مجھے وہ مونچھیں وغیرہ نہیں دکھائیں۔"

"ہم نے سب کے سامنے دکھانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔" یہ کہہ
کر محمود نے جیب سے تینوں چیزیں نکال کر ان کے ہاتھ میں دیدی۔
اب وہ آرام بیگ کے کمرے میں تھے۔ انسپکٹر جمشید چند لمحے تک
ان تینوں چیزوں کو دیکھتے رہے، آخر بڑبڑائے:

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آرام بیگ کلرک رام داس کی غیر حاضری
میں اس کے میک اپ میں اس کی سیٹ پر بیٹھ جاتا تھا اور ڈاک
وصول کر لیتا تھا۔ اس ڈاک میں سے جتنے ڈرافٹ موصول ہوتے،
وہ انہیں الگ کر لیتا ہوگا۔"

"لیکن ابّا جان، کراس ڈرافٹوں کو وہ کس طرح کیش کراتا رہا
ہوگا۔"

"یہ معلوم کرنا اکرام کا کام ہے، وہ صبح بنکوں میں تحقیقات
کرے گا۔"

"ہر طرف سے آرام بیگ ہی مجرم دکھائی دے رہا ہے۔"
محمود نے کہا۔

"لیکن ایک طرف سے سیٹھ ہارون بھی مجرم دکھائی دے رہے
ہیں۔" فرزانہ بولی۔

"خیر دیکھا جائے گا۔ ذرا اس کمرے کی تلاشی مکمل کریں۔"

آرام بیگ کے کمرے سے انہیں کوئی اور کام کی چیز نہیں ملی۔ آخر وہ اختر کبیر کے کمرے میں آئے۔ انہوں نے ہر چیز دیکھ ڈالی، لیکن کوئی کام کی چیز نظر نہ آئی، فرش پر ریت کے کچھ ذرے ضرور نظر آئے۔ لیکن بھلا ان کی کیا اہمیت تھی۔

"ہم پہلے ہی بہت غور سے تلاشی لے چکے ہیں۔" محمود بولا۔

"ہوں! ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا، پھر ان کے قدم کمرے کی کھڑکی کی طرف اٹھ گئے۔

"یہ کھڑکی کس طرف کھلتی ہے۔" وہ بولے اور کھڑکی کے پٹ کھول ڈالے۔ کھڑکی میں سلاخیں لگی تھیں۔ کھڑکی ایک گلی میں کھلتی تھی۔ گلی میں اس وقت اندھیرا تھا، چنانچہ انہوں نے کھڑکی بند کر دی اور مایوس ہو کر ان کی طرف مڑے:

"ابھی تک اس کیس میں کوئی کام کا سراغ نہیں ملا۔"

"کام کے سراغ سے آپ کی کیا مراد ہے؟" فرزانہ نے پوچھا۔

"کام کے سراغ سے میری مراد ہے کام کا سراغ۔" انہوں نے مسکرا کر کہا اور وہ جھینپ گئے۔

وہ باہر نکلے۔ چوکیدار دروازے پر ٹہلتا نظر آیا۔ انہیں آتے دیکھ کر رک گیا۔

"کیوں جناب! کیا رہا، کچھ معلوم ہوا۔"

"نہیں، کچھ بھی نہیں۔" یہ کہہ کر وہ جیپ کی طرف بڑھے

اور پھر انسپکٹر جمشید ٹھٹک کر رک گئے.... وہ تیزی سے باڑھ کی طرف گئے اور جھک کر کوئی چیز اٹھا لی۔ انہوں نے دیکھا، وہ ایک ہینڈ بیگ تھا، چھوٹا سا بیگ دفتروں میں کام کرنے والے حضرات اس قسم کے بیگ میں چھوٹی موٹی چیزیں رکھ لیتے ہیں۔

"ابا جان! اس کا آپ کیا کریں گے۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"اچار ڈالوں گا۔"

"بھئی واہ! بہت مزے کا بنے گا اس کا اچار، ہمیں بھی کھلائیے گا۔" فرزانہ ہنس کر بولی۔

"ضرور.... ضرور.... کیوں نہیں۔"

یہ کہتے ہوئے انہوں نے اس کی زپ کھول ڈالی اور اندر جھانکا، بیگ خالی تھا۔ انہوں نے اس کے اندر ہاتھ ڈال کر ٹٹولا، پھر جیپ کی روشنی کے سامنے کر کے اسے دیکھا، پھر ان کی طرف مڑے:

"تم تینوں یہیں ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ تیز تیز چلتے ہوئے ایک طرف مڑ گئے۔ تینوں حیرت زدہ انداز میں انہیں دیکھتے ہی رہ گئے۔

○

"معلوم ہوتا ہے، ابا جان کو کوئی کام کا سراغ آخر مل ہی

گیا۔" محمود نے خوش ہو کر کہا
"تم تو اس طرح کہہ رہے ہو جیسے سراغ انہیں نہیں، تمہیں
ملا ہے۔"
"ہمیں ملا ہے، یا انہیں، بات تو ایک ہی ہے۔"
"تو کیا یہ بیگ ہے وہ کام کا سراغ۔"
"ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس بیگ کے ملنے کے
بعد وہ اس طرف گئے ہیں۔"
"سوال یہ ہے کہ وہ کہاں گئے ہیں۔"
"ٹھہرو! میں چوکیدار سے پوچھتا ہوں۔" محمود نے کہا اور اس
کی طرف قدم اٹھانے لگا۔
"کیوں بابا.... اس طرف کیا ہے۔"
"کس طرف!" چوکیدار نے ہونقوں کی طرح سر اٹھا کر پوچھا۔
"اس طرف.... جس طرف ہمارے ابا جان گئے ہیں۔"
"اس طرف.... اس طرف گلی ہے.... دفتر کے تمام کمروں
کی کھڑکیاں اس طرف کھلتی ہیں۔"
"اوہ! تو یہ بات ہے۔" محمود کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔
"تو تم کیا سمجھے تھے، اس طرف کوئی بازار ہے۔" چوکیدار نے
مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔
"نہیں! ہم کم از کم یہ نہیں سمجھے تھے۔" محمود نے کہا اور واپس

ان کی طرف آیا۔
"اس طرف گلی ہے۔" اس نے کہا۔
"لیکن ابا جان گلی میں کیا لینے گئے ہیں۔" فاروق نے حیرت زدہ
انداز میں کہا۔
"یہ تو وہی بتا سکتے ہیں۔" محمود نے کندھے اچکائے۔
اتنے میں انسپکٹر جمشید آتے نظر آئے۔
"کیوں ابا جان! کوئی سراغ ملا یا نہیں۔" فرزانہ نے ان کے
نزدیک پہنچنے سے پہلے کہا۔
"ایک بہت ہی معمولی سی چیز ملی ہے، شاید ہی اس کا تعلق
...کیس سے ہو۔" یہ کہہ کر وہ جیپ میں بیٹھ گئے۔
"چلو بیٹھو تم بھی.... رات بہت ہو گئی ہے، اب ہمیں
آرام کرنا ہے۔"
"جی! آرام کرنا ہے.... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" محمود کے
...میں حیرت تھی، کیونکہ کسی کیس کو درمیان میں چھوڑ کر آرام کرنا
...ان کی عادت نہیں تھی۔
"ہاں بھئی، لیکن ہم آرام سیٹھ ہارون کے گھر ہی کریں گے،
کیونکہ باقی لوگ بھی وہیں ہیں، یہاں تک کہ تمہاری امی تک وہیں
ہیں۔"
"وہ تو یونہی وہاں پھنسیں۔"

" نہیں! ایسی تو کوئی بات نہیں، وہاں ان کی سہیلی تمہاری
آنٹی جو موجود ہیں، ان کے ساتھ خوب گاڑھی چھن رہی ہو گی۔"
" یہ محاورے بھی عجیب چیز ہوتے ہیں، بھلا گاڑھی چھننا کیا بات
ہوئی۔" فرزانہ نے کہا۔
" بہت گاڑھی بات ہوئی، تم نہیں سمجھ سکو گی۔" فاروق نے
طنزیہ لہجے میں کہا۔
" بہت بہتر! تم ہی سمجھتی رہو۔"
" تم نے یہ نہیں پوچھا، مجھے گلی میں کیا نظر آیا ہے۔" انسپکٹر
جمشید نے برا سا منہ بنا کر کہا۔
" چلیے، آپ ہی بتا دیں۔"
" مجھے وہاں ریت کی ایک چھوٹی سی ڈھیری پڑی نظر آئی۔"
انسپکٹر جمشید نے انہیں بتایا۔
" جی کیا مطلب! ریت کی ڈھیری۔" تینوں نے ایک ساتھ کہا۔
" ہاں بھئی، ریت کی ڈھیری۔"
" لیکن ابا جان! ریت کی ڈھیری کا اس کیس سے کیا تعلق"
فرزانہ نے کہا۔
" بظاہر کوئی تعلق نظر تو نہیں آتا، تم میری عادت تو جا
ہی ہو کہ معمولی سے معمولی چیز کو بھی دیکھے بغیر نہیں رہتا، ا
بعض اوقات تو ایسی تمام چیزیں بے کار جاتی ہیں۔ اب ا

وقت کا معاملہ صرف یہ ہے کہ مجھے یہ بیگ پڑا نظر آیا، اندر
سے خالی تھا، لیکن اس کے اندر کرکراہٹ سا محسوس ہوا،
مجھے محسوس ہوا یہ کرکراہٹ ریت کا ہے، میں نے بیگ کو جیب
کی روشنی میں کر کے دیکھا تو اندر واقعی ریت کے کچھ ذرے
چمکتے نظر آئے۔ ہو سکتا ہے، یہ بیگ کسی نے بیکار کر کے
پھینک دیا ہو اور نیچے پڑے رہنے سے اس میں ریت گھس
گئی ہو، تاہم گلی میں مجھے اختر کبیر کے کمرے کی کھڑکی کے
نیچے ریت کی چھوٹی سی ڈھیری پڑی نظر آئی ہے.... لیکن اس
ریت کا کیس سے کوئی تعلق جڑتا نظر نہیں آتا، لہذا میں یہ
سوچ رہا ہوں کہ آج ہم نے وقت یونہی برباد کیا...."
" آپ تو ہمیں مایوس کیے دے رہے ہیں۔ ابا جان!"
" نہیں ایسی کوئی بات نہیں، عقل کے گھوڑے دوڑاؤ، شاید
کوئی بات ذہن میں آ جائے، تمام واقعات کو شروع سے ذہن
ہی دہراؤ۔"
" جی بہت بہتر! ہم ابھی دہرانا شروع کرتے ہیں۔"
سیٹھ ہارون کے گھر پہنچنے تک بھی وہ کسی نتیجے پر نہ
پہنچ سکے۔ وہاں زیادہ تر افراد سو چکے تھے، انسپکٹر جمشید کی
ہدایت کے مطابق کوئی یہاں سے گیا نہیں تھا۔ آرام بیگ کی حالت

اب ٹھیک تھی ، اس کی دیکھ بھال اختر کبیر کر رہا تھا۔
ڈاکٹر آرام بیگ کا معائنہ کر چکا تھا ، اس نے کچھ دوائیں
اسے استعمال کے لیے دی تھیں۔ اس لیے اختر کبیر نے
اس کے کمرے میں ہی رات گزارنے کا فیصلہ کیا تھا
اور اب وہ دونوں بھی اپنے کمرے میں سو رہے تھے۔
نوٹوں کا سوٹ کیس ایک الگ کمرے میں رکھ کر دروازے
کو تالا لگا دیا گیا تھا۔ سیٹھ ہارون اور ان کا بیٹا
نعمان البتہ ابھی تک جاگ رہے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی سیدھے
ہو کر بیٹھ گئے۔

"کہیے کیا رہا۔"

"ہمیں معمولی سی کامیابی ہوئی ہے ، اب ہم اسی وقت
کوئی قدم اٹھا سکیں گے جب بنک رپورٹ موصول ہو جائے،
لہذا صبح تک آرام کریں ، انشا اللہ بہت جلد ہم معاملے کی
تہہ تک پہنچ جائیں گے ، یہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ
آپ کی رقم ڈوبے گی نہیں۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" انہوں نے ایک ساتھ کہا۔

ان کے لیے دو کمرے ٹھیک کر دیے گئے تھے،
اب سونے کی ٹھہری ۔ فرزانہ اور انسپکٹر جمشید ایک کمرے میں

لیٹ گئے ، محمود اور فاروق دوسرے کمرے میں۔ ان کے بالکل
ساتھ والا کمرہ سیٹھ ہارون کا تھا.... اور پھر نعمان کا۔ دوسری
طرف دوسرے مہمانوں کے کمرے تھے۔

انہیں سوتے ہوئے نہ جانے کتنی دیر گزر گئی ہو گی کہ
اچانک فرزانہ کی آنکھ کھل گئی۔

پُراسرار مددگار

چند لمحے تک وہ پلکیں جھپکاتی رہی۔ اس کا دماغ بھائیں بھائیں کر رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی، آخر اس کی آنکھ کیوں کھلی ہے، جب کچھ سمجھ نہ آیا تو وہ آہٹ پیدا کیے بغیر اٹھی اور دبے پاؤں چلتی کمرے سے نکل آئی۔ برآمدے میں بھی زیرو کا بلب جل رہا تھا اور دور دور تک کوئی نہیں تھا۔ اس نے محمود اور فاروق کے کمرے کے دروازے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا۔ دروازہ کھلتا چلا گیا، وہ دروازہ اندر سے بند کر کے نہیں سوئے تھے۔ اس نے دیکھا، دونوں گہری نیند سو رہے ہیں۔ پہلے اس نے محمود کو شانے سے پکڑ کر ہلایا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ آخر وہ فاروق کی طرف آئی اور اسے جھنجھوڑا۔

"کک کون ہے.... کیا ہے"

"میں ہوں تمہارا بھوت" فرزانہ نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"مم.... میرا بھوت.... ارے باپ رے.... بلکہ ارے سبحان اللہ.... مجھے کتنی آرزو تھی اپنے بھوت سے ملنے کی" اس نے آنکھیں

کھولے بغیر کہا۔

"تو پھر آنکھیں کھول کر ملاقات کیوں نہیں کر لیتے" فرزانہ بولی۔

"بھوت سے ملاقات کرنے کے لیے آنکھیں کھولنے کی کیا ضرورت ہے، اس سے تو دل کی آنکھوں کے ذریعے ملاقات کی جا سکتی ہے۔"

"ارے! تو تمہارے دل کی بھی آنکھیں ہیں۔"

"ہاں! اور ایسی آنکھیں.... جو کبھی کمزور نہیں ہوتی، نہ انہیں عینک لگانے کی ضرورت ہے"

"کیا ٹرٹر لگا رکھی ہے، کتنی مرتبہ کہا ہے کہ سوتے میں باتیں نہ کیا کرو" محمود کی جھلاہٹ بھری آواز سنائی دی۔ فرزانہ نے مڑ کر دیکھا، اس کی آنکھیں بھی بند تھیں۔

"اور میں بھی کتنی مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ میں سوتے میں اگر باتیں کرتا ہوں تو اس پر میرا کوئی بس نہیں ہے" فاروق نے بھی اس کے انداز میں جھلا کر کہا۔ "یوں بھی اس وقت سوتے میں نہیں، جاگتے میں باتیں کر رہا ہوں اور میرا بھوت مجھ سے ملاقات کرنے آیا ہے"

"کیا کہا.... تمہارا بھوت"! محمود نے بوکھلا کر کہا اور آنکھیں کھول دیں۔ پھر فرزانہ پر نظر پڑتے ہی اس نے کہا:

"ارے! یہ تمہارا بھوت ہے"

"تو اور کیا تمہارا ہے۔" فاروق نے تڑ سے کہا اور آنکھیں کھول دیں، پھر فوراً ہی بولا۔

"یار ہم دونوں تو فضول ہی جھگڑ رہے ہیں، یہ تو فرزانہ کا بھوت ہے۔"

"ختم کرو، میں تمہیں یہ بتانے آئی تھی کہ میری آنکھ اچانک کھل گئی تھی۔" فرزانہ نے منہ بنا کر کہا۔

"بہت اچھا کیا جو بتانے چلی آئیں۔ آئندہ ہم بھی اتنی اہم باتیں تمہیں بتانے چلے آیا کریں گے۔" محمود نے تلملا کر کہا۔

"بھئی اس میں بگڑنے کی کیا ضرورت ہے، میرا خیال ہے کہ میری آنکھ بغیر کسی وجہ کے نہیں کھلی، کوٹھی میں ضرور کوئی گڑبڑ ہے۔"

"گڑبڑ کے آثار تو کوئی نہیں ہیں۔"

"آثار تمہیں اس کمرے میں بیٹھے ہوئے کیسے نظر آ سکتے ہیں... اٹھ کر باہر نکلو گے تو کچھ نظر بھی آئے گا۔"

"گویا تم کچھ دیکھ آئی ہو۔" محمود نے چونک کر کہا۔

"نہیں! لیکن مجھے یقین ہے، میری آنکھ کسی آواز کو سن کر ہی کھلی تھی۔" فرزانہ نے پر یقین لہجے میں کہا۔

"اچھا بابا۔" محمود نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ فاروق کو بھی اٹھنا پڑا۔

تینوں کمرے سے نکلے اور برآمدے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلتے گئے۔ پھر واپس مڑے اور ایک ایک کمرے کے دروازے سے کان لگا کر سن گن لینے کی کوشش کی، لیکن کمرے سے بھی کوئی آواز سنائی نہ دی۔

"میرا خیال ہے فرزانہ، تم کسی خواب میں ڈر گئی تھیں، بس تمہاری آنکھ کھل گئی۔" فاروق نے دبی آواز میں کہا۔

"لیکن مجھے اچھی طرح یاد ہے، میں جب جاگی، اس سے پہلے کوئی خواب نہیں دیکھ رہی تھی۔" فرزانہ بولی۔

"بھئی خواب کے بارے میں تم یقین سے کس طرح کہہ سکتی ہو، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم خواب دیکھ رہے ہوتے ہیں، جب آنکھ کھلتی ہے تو خواب کا خیال تک نہیں آتا۔" محمود نے خیال پیش کیا۔

"بھئی واہ! کیا بات ہے اس جملے کی، خواب کا خیال تک نہیں آتا۔" فاروق نے تعریف کی۔

"شکریہ فاروق! آؤ اب چلیں اپنے کمرے میں اور سونے کی کوشش کریں۔"

"تم لوگ ضرور سو جاؤ، میں کوٹھی کے باہر ایک چکر لگانا پسند کروں گی۔"

"تمہاری پسند اور ناپسند تم ہی جانو، ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔"

"گویا تم میرا ساتھ نہیں دو گے۔" فرزانہ نے انہیں گھورا۔

"کیوں بھئی! کیا خیال ہے۔" محمود نے فاروق کی طرف دیکھا۔

"رات کے اس ہولناک سناٹے میں، میں یہ پسند نہیں کروں گا کہ فرزانہ تنہا کوٹھی کے باہر چکر لگائے۔" فاروق نے کہا۔

"آؤ بھئی! یہ بھی کر لیتے ہیں۔" محمود نے تھکے تھکے انداز میں کہا۔

تینوں باہر نکلے اور کوٹھی کی دیوار کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔

"ہماری طرح بھی کیا کسی نے وقت ضائع کیا ہو گا۔" محمود نے سرد آہ بھری۔

"بھئی سو ہی تو رہے تھے، اگر جاگ کچھ کام کر لیں گے تو وقت ضائع کس طرح ہو گا، کوشش رائیگاں بھی جائے گی تو ہم یہی خیال کریں گے کہ سوتے رہے ہیں۔" فرزانہ بولی۔

"تم ہی خیال کرنا، ہم تو ایسا خیال نہیں کر سکیں گے، کیونکہ رات کا آرام ہمیں بہت عزیز ہے۔" محمود نے کہا۔

"آرام!" فرزانہ کے منہ سے سوچے سمجھے بغیر نکلا۔

"ہاں آرام، میں نے یہ آرام نہیں کہا۔"

"آرام سے آرام بیگ بھی بنتا ہے.... آخر اس شخص نے اپنی الماریوں میں نقلی مونچھیں، ٹوپی اور وہ جھلی کس لیے رکھی ہوئی تھی۔" فرزانہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولی۔

"ابا جان یہ خیال ظاہر کر چکے ہیں کہ شاید وہ دھرم داس کے میک اپ میں ڈاک وصول کرتا رہا ہے۔" محمود نے گویا اسے یاد دلایا۔

"اگر ہم سوتے میں اس کے منہ پر وہ مونچھیں، ٹوپی اور جھلی لگا کر تجربہ کریں تو کیا خیال ہے، ذرا دیکھیں تو سہی، کیا وہ اس طرح بالکل دھرم داس نظر آتا ہے۔"

"لیکن ہم یہ تجربہ کس طرح کر سکتے ہیں۔ کمرے کا دروازہ اندر سے ضرور بند ہو گا۔"

"آؤ، دیکھ لینے میں کیا حرج ہے۔" تینوں پھر اندر آئے۔ فرزانہ نے اندازے سے آرام بیگ اور اختر کبیر کے کمرے کے دروازے پر دباؤ ڈالا، کیونکہ انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ آرام بیگ کس کمرے میں ہے۔ جس کمرے کا دروازہ انہوں نے دھکیلا، اس کے دروازے پر جب تینوں کی نظر پڑی تو ان کی ہنسی نکل گئی، کیونکہ دروازے پر تالا لگا ہوا تھا۔

"بھئی اس میں تو شاید وہ سوٹ کیس ہے۔" محمود بولا۔

"محمود میں چاہتی ہوں، اس کمرے کو کھول کر دیکھا جائے۔"

"تمہارے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"چلو دیکھ لیتے ہیں، ہمیں کونسا یہاں چوری کے الزام میں گرفتار کیا جائے گا۔" محمود نے کہا اور جیب سے چابیوں کا گچھا نکال کر باری باری چابیاں لگانے لگا۔ چوتھی چابی سے دروازہ کھل گیا۔

دوسرا لمحہ چونکا دینے والا تھا۔
کمرے میں کوئی سوٹ کیس نہیں تھا۔ وہ دھک سے رہ گئے۔

○

"اب تو تمہیں یقین آ گیا ہو گا کہ میری آنکھ بلا وجہ نہیں کھلی تھی۔"

"ہاں! یقین آ گیا، اب زیادہ شیخی نہ بگھارو، جا کر ابا جان کو یہاں لے آؤ۔" محمود نے منہ بنایا۔

"لیکن بھئی! یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ سوٹ کیس اس کمرے میں نہ رکھا گیا ہو۔" فاروق نے کہا۔

"تو پھر دروازے پر تالا کیوں لگایا گیا۔" محمود بولا اور بے خیالی میں کھڑکی کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے کھڑکی کے پٹ کھول دیے۔ اس میں سلاخیں لگی تھیں۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سوٹ کیس کو یہاں سے اٹھا کر صدر دروازے پر لے جایا گیا اور پھر باہر کھڑے کسی آدمی کے حوالے کر دیا گیا۔" محمود نے کہا۔

"سوال یہ ہے کہ باہر کون کھڑا تھا۔" فاروق بولا۔

"اس کا کوئی ساتھی کہاں سے آ گیا۔ کسی کو کیا خبر کہ اندر موجود ایک شخص نوٹوں سے بھرا ایک سوٹ کیس اس کو پکڑانے

کے لیے تیار بیٹھا ہے۔" فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

"تم تو ہو عقل سے پیدل۔"

"چلو تو تم سوار ہو جاؤ عقل سے۔" فاروق نے جل کر کہا۔

فرزانہ نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا اور کمرے سے نکل گئی۔ تھوڑی دیر بعد انسپکٹر جمشید کے ساتھ واپس آئی۔ ان کی آنکھوں میں نیند بھری ہوئی تھی۔ انہوں نے پوری بات غور سے سنی اور پھر بولے:

"یہ بہت اچھا ہوا۔"

"جی! کیا مطلب؟" تینوں نے ایک ساتھ چونک کر کہا۔

"ہاں! اب جرم ثابت کرنے میں آسانی رہے گی۔" انہوں نے کہا۔

"سوال یہ ہے کہ سوٹ کیس کہاں چلا گیا۔"

"غور کرو، حالات تمہارے سامنے ہیں، حالات اور واقعات کی کڑیاں آپس میں ملاتے چلے جاؤ۔"

"کڑیاں کہاں سے لائیں، کڑیاں ہوں گی تو ملائیں گے نا۔" فاروق نے حسرت زدہ لہجے میں کہا۔

"کڑیاں اپنے دماغوں سے نکالو۔" یہ کہہ کر وہ اٹھے اور چلے گئے۔ تینوں حیران رہ گئے۔ ان کا تو خیال تھا کہ سوٹ کیس کے گم ہو جانے پر وہ سب کو جگا لیں گے اور ایک بار پھر کوٹھی میں ہل چل...... شروع ہو جائے گی، لیکن انہوں نے کچھ بھی

نہیں کیا یوں جیسے اس سوٹ کیس میں نوٹ نہیں ، کاغذ تھے یا
پھر جیسے وہ جعلی نوٹوں سے بھرا ہوا تھا۔

" بھئی یہ تو وہی بات ہوئی ، کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔" فاروق
نے کہا۔

" اور کیا ، ہم تو یونہی اپنی نیند برباد کرتے پھر رہے ہیں،
آؤ چل کر سوئیں۔"

تینوں اپنے کمروں کی طرف بڑھے ، پھر محمود چلتے چلتے
رک گیا۔

" کم از کم ایک بات تو ہم سوچ ہی سکتے ہیں۔"

" یہ کیا بات ہوئی ، سوچنے کو تو ہم سینکڑوں باتیں سوچ سکتے
ہیں ، ہم پر کسی نے پابندی کب لگائی ہے۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

" سنو ! اس وقت گھر میں ہمارے اور انکل خان رحمان کے
علاوہ سیٹھ ہارون ، ان کے بیٹے نعمان ، مینجر آرام بیگ اور اختر کبیر
کے علاوہ کوئی نہیں ہے اور کوٹھی سے باہر اس کیس سے متعلق لوگوں
میں سے رام داس اور اس چوکیدار کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔
اس کا مطلب ہے ، سوٹ کیس ان دونوں میں سے کوئی ایک ہی
یہاں سے لے گیا ہے اور کوٹھی میں موجود کسی ایک نے ہی اٹھا
کر دیا ہے۔"

" پھر... اس سے تم کیا نتیجہ نکالتے ہو۔"

" یہ کہ ہمیں چند آدمیوں میں سے دو مجرموں کو تلاش کرنا ہے ،
اور یہ کوئی مشکل کام نہیں ہو گا۔"

"جب کہ میرے خیال میں یہ آسان کام نہیں ہو گا۔"

" تو پھر آؤ ، سونے کی بجائے کمرے میں بیٹھ کر غور کریں ، سوٹ
کیس کے لیے اگر ابا جان کو ہی کوئی فکر نہیں ہے تو ہم کیوں
فکر کریں۔"

"بات تو یہ بھی ٹھیک ہے .... اب سو کر کریں گے بھی کیا۔"

تینوں کمرے میں آئے اور سر جوڑ کر بیٹھ گئے ۔ آخر فرزانہ
نے سر اوپر اٹھایا اور کہنے لگی :

" میرے ذہن میں واقعات کچھ اس طرح ترتیب پاتے ہیں ....
آرام بیگ نے کمپنی کے تقریباً پچاس لاکھ روپے اڑانے کا منصوبہ
بنایا تھا ۔ اس نے رام داس کے میک اپ میں ڈاک وصول کرنے
کا پروگرام شروع کیا ۔ وہ رام داس کو کسی کام سے بھیج دیتا یا جب
وہ کھانا کھانے جاتا تو وہ ڈاک وصول کر لیتا ۔ اس میں سے ڈرافٹ
الگ کر لیتا اور انہیں بنک میں جمع کرا دیتا ....."

" ایک منٹ ! آخر وہ کمپنی کے نام کراس ڈرافٹ کس طرح
جمع کرا لیتا تھا ؟" محمود نے اس کی بات کاٹ دی۔

" اس کے لیے اس نے کوئی تو ترکیب سوچی ہو گی ، یہ ہمیں صبح
انکل اکرام کی تفتیش کے بعد معلوم ہو گا ، آخر اس نے کسی نہ

کسی طرح تو ڈرافٹ جمع کرائے ہی ہیں۔ اس طرح آرام بیگ نے تقریباً پچاس لاکھ روپے غبن کر لیے، اب اس نے یہ رقم بنک سے نکلوا کر ایک سوٹ کیس میں رکھی اور اپنے کسی مددگار کے ذریعے اس شہر سے بھیج دی، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ خود سوٹ کیس لے کر اسٹیشن تک گیا ہو، لیکن پلیٹ فارم پر سوٹ کیس بدل گیا۔ سوٹ کیس سیٹھ ہارون کے ہاں پہنچ گیا..... یہ خبر آرام بیگ کو بھی لگ گئی، ادھر ابا جان تفتیش کے سلسلے میں اس سے ملے تو وہ گھبرا گیا..... اس نے خود کو گودام میں بے ہوش کر لیا تاکہ اس پر شک نہ کیا....."

"ایک منٹ! آخر اس نے خود کو گودام میں بے ہوش کرنے کے بعد گودام کے دروازے کو باہر سے بند کس طرح کیا، تالا کس طرح لگایا۔" محمود نے اعتراض کیا۔

"بہت خوب محمود! ایک اچھا وکیل اسی طرح عدالت میں کمزور کیس کی دھجیاں اڑا دیتا ہے۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"فکر نہ کرو، میں ابھی تمہاری دھجیاں اڑا کر رکھ دوں گا، ہاں تو گودام کے دروازے کو تالا اس کے اسی مددگار نے لگایا جو سوٹ کیس لے کر اسٹیشن پر گیا اور جو اب رات کو کوٹھی سے دوبارہ سوٹ کیس لے گیا ہے۔" فرزانہ نے پرسکون آواز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"اور یہ پر اسرار مددگار کون تھا۔"

"وہ مددگار کمپنی کا چوکیدار بھی ہو سکتا ہے، کوئی مزدور بھی ہو سکتا ہے۔" فرزانہ نے جواب میں کہا۔

"بہت خوب! لیکن وہ اختر کبیر کیوں نہیں ہو سکتا۔"

"اس طرح کہ اس وقت سوٹ کیس لے جانے والا اختر کبیر نہیں، کوئی اور تھا، کیونکہ اختر کبیر تو آرام بیگ کے کمرے میں سویا پڑا ہے۔" فرزانہ نے جواب دیا۔

"تو پھر سب سے پہلے ہمیں یہ اطمینان کر لینا چاہیے کہ اختر کبیر اور آرام بیگ دونوں اپنے کمرے میں موجود ہیں یا نہیں۔"

"بہت خوب! آؤ، ابھی دیکھ لیتے ہیں۔"

تینوں کمرے سے نکلے اور دوسری طرف والے کمروں کے تالوں کے سوراخوں میں سے جھانکنے لگے۔ ان کا یہ کام جلد ہی ختم ہو گیا، کیونکہ ایک کمرے میں آرام بیگ اور اختر کبیر گہری نیند سو رہے تھے۔ تینوں پھر واپس آئے۔

"اگر تمہاری کہانی درست ہے تو عنقریب آرام بیگ اور اس کا مددگار اس شہر سے فرار ہونے کی کوشش کریں گے اور پکڑے جائیں گے۔" فاروق نے کہا۔

"شاید ابا جان اس سے بہت پہلے انہیں پکڑ لیں گے۔"

"لیکن بھئی تمہاری اس کہانی میں اس ہینڈ بیگ کا کہیں ذکر نہیں

آیا اور نہ اس ریت کا....."

"ضروری نہیں کہ ان چیزوں کا تعلق کیس سے ہو، ابا جان پہلے ہی یہ خیال ظاہر کر چکے ہیں کہ اس بیگ کو کسی نے بے کار سمجھ کر پھینک دیا ہوگا اور اس میں ریت گھس گئی ہوگی۔"

"لیکن پھر کمپنی کے دفتر والی گلی میں اختر کبیر کی کھڑکی کے نیچے ریت کی چھوٹی سی ڈھیری کا کیا کام۔" فاروق نے کہا۔

"وہ ضرور گلی میں کھیلنے والے بچوں نے ڈالی ہوگی، تم تو جانتے ہی ہو گے کہ بچے ریت کے گھروندے بنانے کے بہت شوقین ہوتے ہیں۔"

"ہاں! میں جانتا ہوں..... تمہاری بیان کردہ کہانی میں کافی مضبوطی پائی جاتی ہے، لیکن مصیبت یہ ہے کہ آرام بیگ کی جگہ ہم کسی بھی دوسرے شخص کو بھی تو رکھ سکتے ہیں.... میرا مطلب ہے، یہ کام، اختر کبیر کا بھی تو ہو سکتا ہے، رام داس کا بھی تو ہو سکتا ہے، خود اس پوسٹ مین رشید اختر کا بھی تو سکتا ہے۔" فاروق کہتا چلا گیا۔

"اور خود تمہارا بھی تو ہو سکتا ہے۔" فرزانہ نے جھلا کر کہا۔ "ذرا عقل سے کام لو، تمہارے کہنے کے مطابق اگر یہ کام اختر کبیر کا ہے تو پھر اس نے آرام بیگ کے سر پر واقعی کوئی چیز دے ماری ہو گی، کیونکہ اس کے مجرم ہونے کی صورت میں آرام بیگ کو کیا

پڑی تھی کہ گودام میں بے ہوش ہو جاتا، اگر یہ کام رام داس کا ہے تو بھی آرام بیگ کے سر پر چوٹ کا نشان نہیں ہے، لہٰذا صرف اور صرف ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے اور وہ یہ کہ آرام بیگ ہی مجرم ہے۔" فرزانہ رکے بغیر کہتی چلی گئی۔

"یار فاروق! اس بار تو واقعی فرزانہ کی باتوں میں بہت وزن ہے۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ وزن ہے کتنا، اس سے زیادہ باوزن باتیں بھی کی جا سکتی ہیں۔" فاروق نے اکڑ کر کہا۔

"میں تمہاری طرف سے ان سے زیادہ وزنی باتیں سننے کا انتظار کر رہی ہوں۔" فرزانہ کا انداز مذاق اڑانے والا تھا۔

"جہاں تک میں سمجھتا ہوں، یہ چکر سیٹھ ہارون اور نعمان کا چلایا ہوا ہے، وہ لوگوں کا پچاس لاکھ روپیہ ہڑپ کر جانا چاہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ نوٹوں کا سوٹ کیس نعمان کے ہاتھ لگا، سیٹھ ہارون خود اس سوٹ کیس کو ساتھ لے کر گیا اور اس کے اشارے پر نعمان اسے اٹھوا لایا اور اپنا سوٹ کیس وہیں چھوڑ آیا، تاکہ سوٹ کیس کی تبدیلی کی کہانی جھوٹ ثابت نہ ہو۔" فاروق بولا۔

"بہت خوب! یہاں بھی وہی معاملہ آڑے آتا ہے، آخر آرام بیگ کو بے ہوش بن کر گودام میں لیٹ جانے کی کیا ضرورت تھی۔" فرزانہ بولی۔

"دھت تیرے کی .... یار فاروق اس شیطان کی خالہ کی ہی کہانی درست ماننا پڑے گی۔" محمود نے کہا۔

"تو کیا تم کوئی کہانی نہیں سناؤ گے۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"اب میں کیا سناؤں ، میرے پاس سنانے کے لیے کیا ہے ، دراصل میرا خیال تھا ، اصل مجرم پوسٹ مین رشید اختر ہے ، وہ خود ہی ڈرافٹ ہڑپ کرتا رہا ، اس نے کسی طرح یہ ڈرافٹ ایک بنک میں جمع کرا دیے اور پھر کیش کرا لیے ، لیکن جب وہ سوٹ کیس لے کر سٹیشن پر پہنچا تو اس کا سوٹ کیس لقمان کے سوٹ کیس سے بدل گیا ، لیکن اب یہاں بھی وہی الجھن ٹپک پڑی ، آخر آرام بیگ گودام میں کیسے بے ہوش ہو گیا۔"

"دھت تیرے کی۔" فاروق نے محمود کی نقل کی "اس کیس کی تو کوئی کل سیدھی ہی نہیں۔"

"معلوم ہوتا ہے ، اس کی کل ابا جان ہی سیدھی کریں گے۔"

"تو پھر ہمیں دماغ خراب کرنے کی کیا ضرورت ہے ، آؤ سوئیں .... دیکھتے ہیں ، صبح کا سورج کسے مجرم ثابت کرتا ہے .... تاہم ہم سوتے سوتے بھی غور کرتے رہیں گے۔"

نوٹ: یہ ناول ایک خالص تحقیقاتی ناول ہے ، اس

وقت تک تفتیش طلب تمام حالات ناول میں آچکے ہیں ، آپ مجرم کے بارے میں اندازہ لگائیے۔ یہ آپ کی ذہانت کا امتحان ہے ، اگر آپ نے مجرم کا نام بوجھ لیا تو آپ کی ذہانت قابلِ تعریف ہے۔

اشتیاق احمد

محاوروں کی چٹنی

صبح جب سب لوگ ناشتے کی میز پر پہنچ گئے تو انسپکٹر جمشید نے اعلان کرنے والے انداز میں کہا:

"حاضرین! آپ لوگوں کو یہ بات سن کر حیرت ہو گی کہ رات اس گھر میں ایک واردات اور ہو چکی ہے۔"

"کیا کہا آپ نے .... واردات ہو چکی ہے۔" سیٹھ ہارون نے حیرت زدہ انداز میں تقریباً چیخ کر کہا۔

"جی ہاں! واردات کے بارے میں سب سے پہلے محمود، فاروق اور فرزانہ کو علم ہوا، انہوں نے مجھے جگایا، لیکن میں نے آپ لوگوں کی نیند خراب کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی، کیونکہ واردات تو ہو ہی چکی تھی اور اب کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔"

"لیکن سوال یہ ہے کہ واردات ہے کیا۔" آرام بیگ نے جلدی سے کہا۔ محمود، فاروق اور فرزانہ باری باری سب کے چہروں کو غور سے دیکھنے لگے۔

"نوٹوں والا سوٹ کیس رات ایک بار پھر چرا لیا گیا ہے۔"

"جی! کیا مطلب .... بھلا بند گھر میں اتنا بڑا سوٹ کیس کس طرح چوری ہو سکتا ہے۔" نعمان نے پہلی مرتبہ گفتگو میں حصہ لیا۔

"گھر میں موجود افراد میں سے ایک نے سوٹ کیس اٹھایا اور گھر سے باہر کھڑے اپنے کسی ساتھی کو دے دیا۔" انہوں نے کہا۔

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے، سوٹ کیس جس کمرے میں تھا، اس کے دروازے کو تو تالا لگا ہوا تھا۔"

"بس اس نے تالا کھول لیا۔"

"حیرت ہے، آخر وہ کون ہے۔" اختر کبیر نے حیران ہو کر کہا۔

"ابھی تھوڑی دیر بعد میں اس سوال کا جواب دے سکوں گا، پہلے ہم ناشتا کریں گے، اس وقت تک میرے اسسٹنٹ آ جائیں گے۔ اس وقت میں آپ کو بہت کچھ بتا سکوں گا۔"

وہ ناشتے سے فارغ ہو گئے، اس کے کوئی آدھ گھنٹے بعد اکرام وہاں پہنچا۔ انسپکٹر جمشید، محمود، فاروق اور فرزانہ اسے ساتھ لے کر ایک کمرے میں چلے گئے۔ جانے سے پہلے انہوں نے سب لوگوں کو ناشتے کی میز پر ہی ٹھہرنے کی ہدایت کی۔

"ہاں بھئی! کیا رپورٹ ہے۔ پہلے میں بنک رپورٹ جاننا چاہوں گا۔"

"ایچ اینڈ سنز کے نام سے ایک بنک میں بالکل نیا اکاؤنٹ

آج سے چھ ماہ پہلے کھلوایا گیا تھا، اڑائے جانے والے یہ تمام
ڈرافٹ اس اکاؤنٹ میں جمع کرائے گئے اور پھر کیش کرائے گئے،
اس طرح کمپنی کے عمل دخل کے بغیر ڈرافٹ جمع بھی ہو گئے اور
کیش بھی۔" اکرام نے بتایا۔

"اوہ! کتنی آسان اور سادہ ترکیب تھی.... یعنی مجرم نے اپنے
دستخطوں سے ایچ اینڈ سنز کے نام سے اکاؤنٹ کھول لیا.... اور
میرے خیال میں یہ اکاؤنٹ مشترکہ بھی نہیں ہو گا۔"

"جی نہیں! ایک ہی آدمی کا کھولا گیا ہے۔"

"بہت خوب! اچھا اب یہ بتاؤ، رات وہ گھر سے نکلا تھا۔"

"جی ہاں اور گھر سے نکل کر وہ سیدھا یہاں آیا..... صدر
دروازے سے کچھ دور ہٹ کر کھڑا رہا، آخر صدر دروازہ کھلا
اور کسی نے سوٹ کیس اسے تھما دیا۔ اس نے سوٹ کیس اپنے
سر پر رکھا اور گلیوں گلیوں ہوتا اپنے گھر پہنچ گیا۔" اکرام نے بتایا

محمود، فاروق اور فرزانہ حیرت زدہ انداز میں یہ گفتگو سن رہے
تھے، اب ان کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ رات انہوں نے سوٹ
کیس کے جانے پر پریشانی کا اظہار کیوں نہیں کیا تھا، دراصل
انہوں نے تو پہلے ہی نگران مقرر کر رکھے تھے۔

"اس کا مطلب ہے، سوٹ کیس اب بھی وہیں ہے۔"

"جی ہاں! کیونکہ نگرانی کا سلسلہ ابھی تک بدستور جاری ہے۔"

"بہت خوب! تب پھر تم اسے سوٹ کیس سمیت لے آؤ۔"

"جی بہت بہتر! ہتھکڑیاں لگانے کی ضرورت تو نہیں۔"

"نہیں! ایسے ہی لے آؤ.... اور ہاں رئیس احمد خان کو بھی
فون کر دینا، ان کی بھی یہاں ضرورت ہے۔"

"جی بہت بہتر۔" اکرام تو ان سے اجازت لے کر چلا گیا۔ اب
انسپکٹر جمشید ان کی طرف مڑے:

"ہاں بھئی! رات تم نے کہاں تک اندازے لگائے۔"

"جی! اندازے تو ہم نے بہت دور تک لگائے تھے، لیکن
شاید بالکل غلط لگائے۔"

"کیوں کیوں، ابھی تم یہ کس طرح کہہ سکتے ہو، ابھی تمہیں کیا
معلوم کہ اصل مجرم وہ نہیں ہے جس کے بارے میں تم نے
اندازہ لگایا ہے۔"

"جی بس ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔"

"اب تو تم اکرام کی رپورٹ بھی سن چکے ہو، کیا اب بھی یہ
نہیں بتا سکتے کہ مجرم کون ہے.... حالانکہ ان رپورٹوں کے بغیر بھی
تمہیں اصل مجرم کے بارے میں درست اندازہ لگا لینا چاہیے تھا۔"

"جی بات دراصل یہ ہے کہ ہم رات اندازہ لگا چکے ہیں۔"
فرزانہ بولی۔

"اچھا تو پھر تمہارے خیال میں اصل مجرم جو کوئی بھی ہے،

اس کا نام ایک کاغذ پر لکھ دو۔ انہوں نے یہی کیا اور کاغذ تہہ کر کے ان کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے بھی دیکھے بغیر جیب میں رکھ لیا۔

"اور اب آؤ، ذرا سب کے درمیان چلتے ہیں.... دیکھیں تو سہی ان کا کیا حال ہے۔"

"تو کیا آپ وہاں جانے سے پہلے ہمیں مجرم کا نام نہیں بتائیں گے۔" فرزانہ نے بے تابی کے عالم میں کہا۔

"بے وقوف ہو تم، ابا جان نے کبھی اس طرح ہمیں بتایا جو آج بتا دیں گے۔" محمود نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ہاں واقعی، عقل مند تو بس ایک تم ہی ہو۔" فرزانہ بھی جلے کٹے لہجے میں بولی۔

"لیجیے ابا جان! ان دونوں نے تو شروع کر دیا لڑنا، میرا خیال ہے، ان دونوں کو یہیں چھوڑ کر ہم چلتے ہیں۔" فاروق نے موقعے سے فائدہ اٹھایا۔ انسپکٹر جمشید مسکرا دیے۔

"لو! چیونٹی کے بھی پر نکلنے لگے۔" فرزانہ بولی۔

"اگر کوا ہنس کی چال چل سکتا ہے تو چیونٹی کیوں اڑنے کے

تو اب نہیں دیکھ سکتی، آخر اس نے کیا گناہ کیا ہے.... تم کون ہوتے ہو، اس کے پر نکلنے پہ اعتراض کرنے والے اور پھر کرتے ہو تو کرتے رہو، نقار خانے میں طوطی کی آواز سنتا کون ہے، نقار خانے میں تو یوں بھی کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی.... نقار خانوں پہ مجھے دور کے ڈھول یاد آ گئے، کتنے سہانے ہوتے ہیں وہ.... بس یوں لگتا ہے جیسے کوئی کانوں میں رس گھول رہا ہو۔" فاروق کہتا چلا گیا۔

"اس ساری گفتگو کی یہاں کیا ضرورت تھی۔" محمود نے اسے گھورا۔

"گفتگو.... محمود، تم نے اسے گفتگو تسلیم کر لیا، کمال ہے، میں تو اسے محاوروں کی چٹنی کہہ سکتی ہوں۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"تمہارا کیا ہے، تم تو اسے محاوروں کا مربا بھی کہہ سکتی ہو، لیکن معاف کرنا، میں مربے اور چٹنیوں کا کاروبار نہیں کرتا۔" فاروق شریر انداز میں مسکرایا۔

"بھئی فاروق! میرا بھی خیال یہی ہے کہ اس گفتگو کی یہاں کوئی ضرورت نہیں تھی۔" انسپکٹر جمشید نے بدستور کرسی پہ بیٹھے ہوئے کہا۔ ابھی تک انہوں نے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی، فاروق نے انہیں ایک نظر دیکھا اور پھر بولا:

"لیکن ابا جان! میرا خیال ہے کہ یہاں اس گفتگو کا موقع تھا،

بلکہ میں ثابت بھی کر سکتا ہوں۔"

"ضرور ضرور، مجھے خوشی ہو گی، اگر تم اس بات کو ثابت کر سکے۔"

"ابا جان! آپ اس بات کو تو تسلیم کریں گے کہ محاوروں کے استعمال کے لحاظ سے یہ گفتگو دلچسپ تھی۔"

"ہاں! یہ تو ہے۔" وہ بولے۔ محمود اور فرزانہ انہیں حیرت بھرے انداز میں گھورنے لگے۔

"تو پھر بات تو ثابت ہو گئی، میں نے جب یہ دیکھا کہ آپ کو ناشتے کی میز پہ ان لوگوں کے درمیان جانے کی جلدی نہیں ہے، بلکہ آپ کچھ وقت اور یہاں گزارنا چاہتے ہیں تو گفتگو کو طول دے دیا اور اس میں محاورے بھی شامل کرتا چلا گیا، تاکہ آپ لوگوں کو بوریت نہ ہو، لہذا ثابت ہوا، اس گفتگو کا موقع ہی نہیں بلکہ محل بھی تھا۔" یہ کہہ کر فاروق خاموش ہو گیا۔

"بھئی کمال ہے، یہ تو واقعی ثابت ہو گیا، کیوں بھئی، محمود، فرزانہ تمہارا کیا خیال ہے۔"

"تو کیا آپ واقعی جلدی میں نہیں ہیں۔" فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں!"

"تب تو.... فاروق کی ہی بات ٹھیک ہے۔" فرزانہ نے مرے مرے لہجے میں کہا اور فاروق نے ایک زور دار

نعرہ لگایا۔

"میں رئیس احمد خان کا انتظار کر رہا ہوں، اس کے آنے کے بعد ہی گفتگو شروع کرنے کا ارادہ ہے۔"

"آپ نے شاید ہمیں ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ یہ رئیس احمد خان صاحب کون ہیں اور اس کیس میں یہ اچانک کہاں سے ٹپک پڑے.... اور اگر آپ نے بتایا تھا تو ہمارے ذہنوں سے نکل گیا ہو گا۔"

"رئیس احمد خان سیٹھ ہارون کی کمپنی سے کاروبار کرنے والوں میں سے ایک ہے، یہ کیس دراصل اسی شخص سے شروع ہوا تھا۔ اس نے کمپنی سے حساب مانگا، اکاؤنٹنٹ نے جو حساب بتایا، وہ ان کے حساب کے مطابق نہیں تھا، چنانچہ انہوں نے پندرہ بیس روز پہلے ادا کیے گئے ڈرافٹ کے بارے میں پوچھا، ادھر سے جواب ملا کہ ان کا ان تاریخوں میں کوئی ڈرافٹ نہیں ملا.... بس یہ صاحب گھبرا گئے اور چونکہ ڈی آئی جی ان کے دوست ہیں، لہذا مجھے فون کر ڈالا۔ اس طرح میں اس کیس میں شامل ہوا، ادھر جب مجرم کو یہ پتا چلا کہ بات کھل گئی ہے اور اب مزید ڈرافٹ ہڑپ نہیں کیے جا سکتے تو اس نے تمام نوٹ جو وہ پہلے ہی وقتاً فوقتاً کیش کراتا رہا تھا، سوٹ کیس میں بھر کر فرار کی ٹھانی۔"

"لیکن ابا جان! یہاں رئیس احمد خاں کی کیا ضرورت"، محمود بولا۔
"اس نے مجھ پر رعب جمانے کی کوشش کی تھی، میں اسے
بتاؤں گا کہ میں ایسے کام صرف اپنے شوق کی وجہ سے کرتا ہوں،
ملازمت کے لالچ کی وجہ سے نہیں، یا یہ کہ کسی کے کہنے کی
وجہ سے یا سفارش کی وجہ سے کام کی رفتار کو تیز نہیں کرتا،
بلکہ حالات کے مطابق کام کرتا ہوں۔ سوٹ کیس
اگر اتفاق سے یہاں نہ بھی پہنچتا، تو بھی میں اسے تلاش
کرا کے چھوڑتا، اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ کچھ وقت زیادہ
لگ جاتا۔"

آخر دروازے کی گھنٹی بجی، گھنٹی کی آواز کے ساتھ ہی
وہ اٹھ کھڑے ہوئے:
"میرا خیال ہے، رئیس احمد خان آ گئے ہیں۔"
جب وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے، اسی وقت رئیس
احمد خان ایک ملازم کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ سب لوگ ابھی
ٹھیک جوں کے توں میز پر موجود تھے:
"مجھے یہاں کس لیے بلایا گیا ہے۔" رئیس احمد خان نے سیٹھ ہارون
کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔
"جی کیا مطلب.... خان صاحب، میں نے تو آپ کو
نہیں بلایا۔"

"انہیں میں نے یہاں آنے کی تکلیف دی ہے،...... اس
کیس میں میں انہی کی وجہ سے شریک ہوا تھا، لہٰذا میں نے سوچا،
انہیں بھی بلا لیا جائے، دراصل کسی زمانے میں رئیس احمد خان
تالے بنانے کی ایک فیکٹری کے مالک تھے.... بعد میں انہوں نے
وہ فیکٹری فروخت کر دی تھی، شاید انہیں وہ کاروبار پسند نہیں تھا۔"
انسپکٹر جمشید پر اسرار لہجے میں بولے۔ محمود، فاروق اور فرزانہ انہیں
گھورنے لگے۔ ان کے دل دھک کرنے لگے۔
"ہاں! یہ ٹھیک ہے، لیکن آپ کو یہ بات کس طرح معلوم ہے
اور یہاں اس کا کیا ذکر۔"
"محکمہ سراغ رسانی سے تعلق رکھنے والے آدمی ایسی معلومات حاصل
کرنے کے ماہر ہوتے ہیں۔ ان کا واسطہ جب کسی کیس سے پڑتا ہے
تو وہ اس کیس سے متعلق تمام لوگوں کے حالات زندگی اور ماضی کے
بارے میں بھی چھان بین کرتے ہیں، ورنہ وہ کبھی بھی معاملات کی
تہہ تک نہ پہنچ سکیں، آپ کے اس سوال کا جواب کہ یہاں
اس بات کا ذکر کیوں کیا گیا ہے، میں کچھ دیر بعد دوں گا،
اس وقت یہاں مسئلہ ہے، ان ڈرافٹوں کا جو ایچ اینڈ سنز کو
بذریعہ ڈاک بھیجے گئے، لیکن وہ کمپنی کے حساب میں جمع نہیں
ہوئے اور آپ کے ساتھ کچھ اور لوگوں کو بھی دھچکا لگا کر
یہ کیا ہوا، ادھر سیٹھ ہارون بھی تقریباً پچاس لاکھ روپے

کے نقصان سے بال بال بچے اور مجرم کو اور زیادہ کے لالچ نے مارا، ورنہ وہ چند روز پہلے اگر پچاس لاکھ روپے لے کر فرار ہو جاتا تو آج اسے تلاش کرنا خاصا مشکل ہوتا، لیکن اس کی بدقسمتی کہ اس نے فرار کا پروگرام اس وقت بنایا جب معاملہ میرے ہاتھ میں آگیا، اس کی دوسری بدقسمتی یہ کہ سیٹھ ہارون زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور جس مال پر زکوٰۃ ادا کی جائے، اسے نقصان نہیں پہنچتا، بلکہ اس میں برکت ہوتی ہے، چوروں، ڈاکوؤں اور غبن کرنے والوں کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ وہ ایسے لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا، اس کیس کا مجرم بدقسمت ہے، اس کے ہاتھ کچھ بھی نہ آیا اور اب وہ سزا سے بچ نہیں سکے گا۔ سب سے پہلے میں آرام بیگ صاحب جو اس کمپنی کے منیجر ہیں اور اکاؤنٹنٹ بھی ہیں، سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا وہ اپنے دفتر کی الماری میں ایک عدد مصنوعی مونچھیں، ایک ہندوانہ ٹوپی اور ایک پلاسٹک کی جھلی رکھتے ہیں، اگر رکھتے ہیں تو کیوں؟"

"مونچھیں، ٹوپی، جھلی، جی نہیں تو، بھلا میں یہ چیزیں کیوں رکھنے لگا؟"

"لیکن ہمیں تلاشی کے دوران آپ کی الماری سے یہ تینوں چیزیں ملی ہیں۔" یہ کہہ کر انہوں نے اپنی جیب سے ان تینوں چیزوں کا

پیکٹ نکالا اور اسے کھول ڈالا۔ سب لوگ ان چیزوں کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

"اف میرے خدا! یہ سب کیا ہے۔"

"اگر یہ چیزیں آپ کی نہیں تو پھر آپ کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے کہ میں یہ چیزیں آپ کے چہرے پر لگا کر دیکھ لوں۔"

"لیکن .... آخر اس سے کیا ہو گا۔" آرام بیگ نے چیخ کر کہا۔ اس کا چہرہ خوف اور غصے سے سرخ ہو گیا، وہ انسپکٹر جمشید کو بری طرح گھورنے لگا۔

"اس سے یہ معلوم ہو گا کہ آپ کی الماری میں ان چیزوں کی موجودگی کا کیا مطلب ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"لیکن میں کہہ چکا ہوں کہ انہیں میں نے الماری میں نہیں رکھا، یہ میری نہیں ہیں۔" اس نے چلا کر کہا۔

"ہم بھی یہی دیکھنا چاہتے ہیں کہ آپ کہاں تک درست ہیں۔" یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید ان چیزوں کو ہاتھ میں لیے اٹھ کر کھڑے ہو گئے، یہ دیکھ کر آرام بیگ بھی تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا اور خوف زدہ انداز میں بولا:

"نہیں نہیں .... آپ ایسا نہیں کر سکتے، مجھے اپنے وکیل کو بلانے کی اجازت دی جائے، شاید مجھے کسی جال میں پھانسا جا

رہا ہے، انسپکٹر صاحب، میں نے آپ کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا
ہے، آپ بہت خطرناک آدمی ہیں۔"

"لیکن صرف مجرموں کے لیے، آپ نے میرے بارے میں یہ بھی سن
رکھا ہے نا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہاں!" اس کے منہ سے نکلا۔

"تو پھر.... اگر آپ مجرم نہیں ہیں تو.... آپ کو بالکل نہیں
ڈرنا چاہیے۔"

"لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ مجھے مجرم ثابت کرنے پر تلے
ہیں۔" اس نے کہا۔

"اگر ایسا ہے تو آپ شوق سے اپنے وکیل کو فون کر سکتے ہیں،
لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، وکیل صاحب بھی مجھے نہیں روک
سکیں گے، بہتر ہوگا کہ آپ مجھے یہ تجربہ کر لینے دیں، اس کے بعد
اگر آپ نے اپنے لیے خطرہ محسوس کیا تو آپ وکیل کو بلا سکتے ہیں،
ظاہر ہے کہ ہم آپ کا کوئی تحریری بیان تو لے نہیں رہے ہیں
جس سے عدالت میں آپ کو مجرم ثابت کیا جا سکے۔"

چند لمحے تک آرام بیگ سوچتا رہا، پھر مایوس ہو کر کرسی پر
بیٹھتے ہوئے بولا:

"اچھا! آپ اپنی مرضی کر لیں، میں آپ کے کسی الزام کو بھی
تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہوں۔"

انسپکٹر جمشید نے کوئی جواب نہ دیا اور آگے بڑھ کر پہلے ٹوپی
اس کے سر پر رکھ دی، پھر جھلّی اس کے چہرے پر منڈھ دی، وہ
چپکنے والی تھی جیسے کہ شکر، اس کے بعد انہوں نے جھلّی پر اوپری
ہونٹ پر مونچھیں لگا دیں۔ دوسرے ہی لمحے اختر کبیر چلا اٹھا:

"ارے یہ کیا!" اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں.... سیٹھ ہارون
اور نعمان کی حیرت کا بھی کوئی ٹھکانا نہ رہا۔

"خدایا.... یہ کیا چکر ہے۔" سیٹھ صاحب کے منہ سے نکلا۔

"کیا چکر، کچھ مجھے بھی بتائیے۔" آرام بیگ نے چلّا کر کہا۔

"سیٹھ صاحب! آئینہ منگوائیے۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔ سیٹھ
ہارون کے اشارے پر ایک ملازم فوراً آئینہ اٹھا لایا۔ انسپکٹر جمشید
نے اس کے ہاتھ سے آئینہ لے کر آرام بیگ کے چہرے کے سامنے
کر دیا۔ دوسرے ہی لمحے آرام بیگ کے منہ سے خوف کی ایک
چیخ نکل گئی، اس پر سکتے کی حالت طاری ہو گئی:

"تو مسٹر آرام بیگ صاحب، بات صرف اتنی ہے کہ آپ رام داس
کلرک کو پوسٹ مین کے آنے کے وقت ادھر ادھر بھیج دیا کرتے
تھے اور ان مونچھوں، جھلّی اور ٹوپی میں رام داس کی سیٹ پر بیٹھ
جایا کرتے تھے، پوسٹ مین آتا اور آپ اس سے ڈاک وصول کر
لیتے، پھر اس ڈاک میں سے ڈرافٹ نکال لیا کرتے تھے اور باقی
ڈاک ضائع کر دیا کرتے تھے۔ آپ نے کافی فاصلے پر ایک بنک

میں اپنے دستخطوں سے ایچ اینڈ سنز کے نام سے اکاؤنٹ کھلوا لیا
تھا اور یہ ڈرافٹ اس میں جمع کراتے رہتے تھے.... اتفاق ایسا
ہوا کہ رئیس احمد خان صاحب نے اپنا حساب پوچھ لیا۔ اب آپ
سے غلطی یہ ہوئی کہ آپ نے اس نئے ڈرافٹ کی رقم کم کر کے
انہیں حساب نہ بتایا، ورنہ یہ معاملہ ابھی کچھ دن اور دبا رہتا اور
آپ ابھی کچھ اور ڈرافٹ ہڑپ کر سکتے تھے، رئیس احمد خان صاحب
نے مجھے بلا لیا، میں آپ سے ملا تو آپ نے خطرہ محسوس کیا اور
اپنے ایک مددگار کو نوٹوں والا سوٹ کیس لے کر فرار ہونے کا
حکم دیا۔ رقم آپ پہلے ہی کیش کرا کرا کے سوٹ کیس میں رکھتے
رہے تھے۔ آپ کا حکم ملتے ہی آپ کا مددگار سوٹ کیس لے کر
اسٹیشن پہنچ گیا، عین اسی وقت ایک گاڑی سٹیشن پر آ کر رکی،
نعمان صاحب کے قلی نے ان کا سوٹ کیس عین اس جگہ رکھا جہاں
آرام بیگ صاحب کے مددگار نے، اس طرح دونوں سوٹ کیس
ساتھ ساتھ رکھے گئے، قلی اندر سے دوسرا سامان لے آیا اور
اس نے غلطی سے دوسرا سوٹ کیس اٹھا لیا۔ ادھر جب گاڑی آئی
اور آرام بیگ کا مددگار سوٹ کیس اٹھا کر گاڑی میں سوار ہونے لگا تو
اس نے دیکھ لیا کہ سوٹ کیس بدل گیا ہے، دونوں سوٹ کیس گہرے نیلے
رنگ کے تھے جیسا کہ بعد میں سٹیشن سے نعمان صاحب کا سوٹ کیس
ملنے کے بعد ثابت ہو گیا، رنگ ان کے ایک جیسے ضرور تھے، لیکن ان کے

ڈیزائن اور بناوٹ میں کسی قدر فرق تھا۔ اس طرح سوٹ کیس بدلے
گئے اور گھر کی رقم گھر میں آ گئی۔ ادھر آرام بیگ کو اپنا فکر پڑا
ہوا تھا، انہوں نے خود کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے گودام
میں بے ہوش کر لیا، اور یہ کہانی سنائی کہ ان کے سر پر شدید چوٹ
ماری گئی ہے، لیکن مصیبت یہ ہوئی کہ شدید چوٹ کا ان کے سر کے
پچھلے حصے میں کوئی نشان نہ پایا گیا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ
جھوٹ بول رہے ہیں اور یہ ٹوپی، جھلی اور مونچھیں ان کے
جھوٹ کا پکار پکار کر اعلان کر رہی ہیں۔" یہاں تک کہہ کر انسپکٹر
جمشید خاموش ہو گئے۔

"نہیں.... نہیں.... یہ غلط ہے، یہ جھوٹ ہے، میں نے ایسا کوئی
کام نہیں کیا، میرا اس جرم سے قطعاً کوئی تعلق نہیں، اور یہ حقیقت
ہے کہ میرے سر پر کوئی چیز ماری گئی تھی، اتنے زور سے کہ میں
بے ہوش ہو گیا۔" آرام بیگ نے چیخ کر کہا۔

"تو پھر آپ کے سر پر چوٹ کا نشان کیوں نہیں ہے۔" انسپکٹر
جمشید طنزیہ انداز میں مسکرائے۔

"میں نہیں جانتا، میرے سر پر چوٹ کا نشان کیوں نہیں ہے،
لیکن یہ حقیقت ہے کہ میرے سر پر کوئی چیز ماری گئی تھی۔"

"اچھا یہ بتایئے، آپ گودام میں کیا کرنے گئے تھے۔"

"جب آپ مجھ سے سوالات کر کے گئے تو میں پریشان ہو گیا

تھا، پہلا خیال یہی آیا کہ صرف ڈرافٹوں میں ہی گڑبڑ ہو رہی
ہے یا مال میں بھی، اسی خیال کے تحت میں گودام میں گیا، تاکہ
دیکھوں مال سٹاک رجسٹر کے مطابق ہے یا نہیں، لیکن ابھی میں چند
چیزوں کو ہی چیک کر پایا تھا کہ کسی نے میرے سر کے پچھلے حصے پر
کوئی چیز دے ماری۔" آرام بیگ نے کہا۔

"اگر ہم تھوڑی دیر کے لیے آپ کی کہانی کو سچ تسلیم کر لیں تو سوال
یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت دفتر میں اور کون کون موجود تھا،
ظاہر ہے کہ سیٹھ صاحب اور نعمان صاحب تو گھر پر تھے اور پارٹی
کے انتظامات میں مصروف تھے، کیونکہ سیٹھ صاحب آپ دونوں میں سے
تو کوئی کل دفتر نہیں گیا تھا، یا آپ اس سوال کا جواب دیں گے کہ آپ
گھر سے باہر تو نہیں گئے تھے۔"

"گھر سے باہر تو ہمیں جانا پڑا تھا.... انتظامات کے سلسلے میں
کئی بار گئے تھے، لیکن دفتر نہیں گئے۔" سیٹھ ہارون نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے، آپ کے بھی دفتر میں ہونے کے امکانات
ہیں، خیر آپ دونوں کے علاوہ وہاں رام داس صاحب، اختر کبیر
صاحب، ٹائپسٹ اور چپراسی موجود تھے۔ ان سب کو مسٹر آرام بیگ کو
بے ہوش کرنے کا موقع حاصل تھا، سوال یہ ہے کہ ان میں سے وہ
کون ہے.... اور اسے کیا پڑی تھی کہ آرام بیگ صاحب کو بیہوش
کرتا.... میرا خیال ہے، ایسا کوئی بھی نہیں.... ان الفاظ کے ساتھ

ہی ہیں مسٹر آرام بیگ اور ان کے مددگار کو قانون کے حوالے کرنا
پسند کرتا، لیکن ایک اور الجھن آ پڑی ہے۔ اور وہ الجھن ہے یہ بیگ۔"
یہ کہہ کر انہوں نے کاغذ میں لپٹا ہوا بیگ نکال کر ان سب کے سامنے
لہرایا، پھر بولے:

"کیا آپ حضرات میں سے کوئی اس بیگ کو پہچانتا ہے.....
یہ کس کا ہے۔"

سب نے بیگ کو عجیب سی نظروں سے دیکھا، لیکن کسی
نے بھی اسے اپنا نہ کہا، سبھی خاموش رہے، آخر سیٹھ ہارون
نے کہا:

"لیکن اس بیگ کا کیس سے کیا تعلق، اسے کسی نے اپنا تسلیم
نہیں کیا۔"

"لیکن یہ کسی نہ کسی کا ضرور ہے...."

ابھی وہ آگے کچھ اور کہنا چاہتے تھے کہ دروازے کی گھنٹی بجی۔
انہوں نے محمود سے کہا۔

"محمود! یہ اکرام ہے، انہیں اندر لے آؤ۔"

"جی بہتر!" محمود نے کہا اور اٹھ کر باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد
وہ اکرام اور ایک اور آدمی کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ اس آدمی
کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، اسے دیکھتے ہی سیٹھ ہارون
نے کہا۔

"ارے ! یہ تو ہمارے والے پوسٹ مین ہیں۔"

"جی ہاں ! انہیں میں نے بلایا ہے۔ تفتیش کے دوران میں ان کے گھر بھی گیا تھا، میں نے ان سے کچھ سوالات کیے تھے۔ سوالات کے دوران میں نے اچانک یہ محسوس کیا کہ کوئی ہماری گفتگو سن رہا ہے، میں نے اٹھ کر ایک دم دروازہ کھول دیا تو ان کی بیٹی ہماری باتیں سن رہی تھی، مجھے یہ بات بہت عجیب لگی .... میں نے فوراً اکرام کو پوسٹ مین رشید اختر صاحب کی نگرانی کرانے کی ہدایات دیں۔ نگرانی کرنے والوں نے آج صبح یہ رپورٹ دی ہے کہ یہ رات ٹھیک بارہ بجے .... اپنے گھر سے نکلے تھے اور گلیوں گلیوں ہوتے ہوئے سیٹھ ہارون صاحب کی کوٹھی تک آئے تھے۔"

"جی کیا مطلب ؟" سیٹھ ہارون چونکے۔ دوسرے بھی حیرت زدہ رہ گئے۔

"رپورٹ ملی ہے کہ یہ کچھ دیر تک دروازے کے سامنے کھڑے رہے اور پھر کوٹھی کا دروازہ کھلا اور کسی نے سوٹ کیس انہیں پکڑا دیا .... یعنی نوٹوں سے بھرا سوٹ کیس اب ان کے گھر میں موجود ہے، تاکہ اسے دوبارہ شہر سے باہر لے جایا جا سکے۔ دوسرے لفظوں میں ہمارے مجرم کے مددگار یہی ہیں۔ ان کی بیٹی کو بھی ان پر بہت دنوں سے شک تھا اور وہ ان کے لیے فکر مند تھی کہ باپ نہ جانے کس راستے پر چل نکلا ہے، اسی لیے یہ ان سے ملنے آنے والے ہر آدمی کی باتیں سننے کی کوشش کیا کرتی تھی .... میں نے اس

بیٹی کی آنکھوں میں الجھن کے آثار دیکھے تھے .... خیر ان کے خلاف تو سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ سوٹ کیس اب بھی ان کے گھر میں موجود ہے، اب رہ گئے ہمارے یہاں کے مجرم تو ..... ارے ہاں ..... میں نے اس بیگ کے بارے میں پوچھا تھا .. شاید کوئی بھی شخص اسے اپنا تسلیم کرنے پر تیار نہیں، خیر میں بتاتا ہوں، یہ مجھے کمپنی کے سامنے باڑھ میں الجھا نظر آیا تھا، اندر سے بالکل خالی تھا، لیکن اس کے اندر ریت کے کچھ ذرے موجود تھے .... ریت کے ذروں نے مجھے الجھن میں ڈال دیا، دفتر کے پچھلے حصے میں واقع گلی کو دیکھنے پر وہاں بھی ریت کی ایک چھوٹی سی ڈھیری نظر آئی، میں سوچنے لگا، آخر اس ریت کا کیا مطلب .... اس بیگ میں بھی ریت، گلی میں بھی ریت اور پھر میری سمجھ میں ساری بات آگئی .... دراصل آرام بیگ بالکل سچے ہیں، ان کے سر پر واقعی کچھ مارا گیا تھا اور یہ بے ہوش ہو گئے تھے۔"

"جی ! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" اختر کبیر کے منہ سے حیرت زدہ لہجے میں نکلا۔

"ہاں کبیر صاحب ! میں ٹھیک ہی کہہ رہا ہوں .... اس بیگ میں ریت بھر کر پہلے سے رکھ لی گئی تھی، مجرم کو آرام بیگ کو بے ہوش کرنے کے لیے موقع گودام میں ہی

مل گیا، ورنہ اس نے تو یہ سوچا تھا کہ آرام بیگ کو بیہوش کر کے گودام میں آئے گا.... لیکن یہ بے چارے خود ہی گودام میں چلے گئے اور مجرم کا کام اور بھی آسان ہو گیا۔ اس نے ریت بھرا بیگ ان کے سر پہ مارا، گودام کو تالا لگایا اور خود اپنے کمرے میں آگیا، پھر اسے ریت سے پیچھا چھڑانے کا خیال آیا، اس نے کھڑکی کھولی اور ریت باہر الٹ دی، لیکن ریت کے کچھ ذرے کمرے کے فرش پر بھی گر گئے اور انہی ذروں نے مجھے یہ یقین دلا دیا کہ اختر کبیر ہی ہمارا اصل مجرم ہے، ریت بھرے تھیلے کی وجہ سے ہی آرام بیگ صاحب کے سر پہ چوٹ نہیں آئی تھی۔"

"نہیں!!!" ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔ حیرت اور خوف سے ان کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"جی ہاں! ڈرافٹ اڑانے کی اسکیم مسٹر اختر کبیر نے پوسٹ مین سے مل کر بنائی تھی، کیش کرانے کی ترکیب انہوں نے یہ سوچی کہ ایچ اینڈ سنز کے نام سے ایک اور بنک میں اکاؤنٹ کھلوا لیا۔ اس طرح صرف ڈرافٹ غائب ہونے لگے۔ باقی ڈاک کلرک رام داس وصول کرتا رہا، رشید اختر کو ملانے کی صورت میں نہ تو اختر کبیر کو رام داس کے میک اپ میں اس کی سیٹ پر بیٹھنے کی ضرورت تھی نہ کوئی اور چکر چلانے کی۔ رشید اختر صاحب بھی لالچ میں آ گئے۔ لالچ کا جو انجام ہوتا ہے، وہ آپ لوگ جانتے ہی ہیں..."

"لیکن ابا جان! سوٹ کیس جس کمرے میں رکھا گیا تھا، اس کے دروازے کو تالا لگا دیا گیا تھا، پھر اختر کبیر نے تالا کس طرح کھول لیا؟"

"تالا تو اس نے آرام بیگ کی الماری کا بھی کھولا تھا، کیونکہ اس میں مونچھیں اور ٹوپی وغیرہ رکھنی تھیں..... ان مونچھوں، ٹوپی اور تھیلے کا انتظام بھی اس نے پہلے ہی کر رکھا تھا، تاکہ فرار ہونے کی نوبت نہ آسکے، تب بھی شک آرام بیگ پر ہی جائے، اور ہوا بھی یہی.... کیونکہ رشید اختر صاحب ٹھیک ہے نا؟"

"ہاں!" رشید اختر نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"لیجیے جناب، مجرم حاضر ہیں۔"

"لیکن ابا جان! آپ نے یہ نہیں بتایا کہ اختر کبیر نے دروازے کس طرح کھولے۔"

"میں نے شروع میں یہ ذکر کیا تھا کہ رئیس احمد خان کی پہلے تالے بنانے کی ایک فیکٹری تھی.... اس وقت مجھ سے پوچھا گیا تھا کہ یہاں اس کا کیا ذکر اور میں نے کہا تھا کہ اس کا جواب بعد میں دوں گا، چنانچہ اب میں اس بات کا جواب دیتا ہوں، میں نے اکرام کو ہدایت کی تھی کہ اختر کبیر کے بارے میں یہ بھی معلوم کرے کہ اس سے پہلے یہ کہاں کہاں کام کرتے رہے ہیں، چنانچہ

اس نے پتا چلایا کہ یہ پہلے رئیس احمد خان کی فیکٹری میں تالے بنانے کے بہترین ماہر تھے۔"

"اوہ!" ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"لیکن ابا جان! انکل اکرام نے آپ کو یہ بات کب بتائی؟" محمود نے سوال کیا۔

"ابھی جب یہ رپورٹ دینے آئے تھے، انہوں نے ایک کاغذ مجھے تحریری رپورٹ کے ساتھ اور بھی دیا تھا.... یہ سب تو ہوا، مجرم تو منظر عام پر آ گئے، اب یہ جیل کے پیچھے بھی چلے جائیں گے، لیکن میں سوچ رہا ہوں، ان دونوں کے بیوی بچوں کا کیا ہوگا، ان کی قید کے دوران ان پر کیا بیتے گی، کیوں سیٹھ صاحب.... آپ کیا کہتے ہیں؟"

"جی کیا مطلب.... آپ مجھ سے کیا کہلوانا چاہتے ہیں۔"

"آپ کی رقم چکر لگا کر آپ تک پہنچ گئی ہے، سوٹ کیس میرے آدمی رشید اختر کے گھر سے لاتے ہی ہوں گے، تو پھر کیوں نہ ہم ان لوگوں کو ایک موقع دیں، انہیں جیل جانے سے بچا لیں.... شاید یہ ان کا پہلا جرم ہے، وہ بھی ایسا کہ ابھی تک ان کے جرم سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا، آرام بیگ تھوڑی دیر کے لیے بے ہوش ضرور ہوئے ہیں، تاہم وہ بھی چاہیں تو انہیں معاف کر سکتے ہیں، معاف کرنے سے میرا یہ مطلب بھی نہیں کہ انہیں

سزا ملے ہی نہ، اختر کبیر صاحب کو تو آپ یہ سزا دے سکتے ہیں کہ ملازمت سے نکال دیں، رشید اختر صاحب سے میں یہ کہوں گا کہ وہ خود بخود اپنی ملازمت چھوڑ دیں اور نئی ملازمت تلاش کرنے کے لیے ذرا دھکے کھائیں، یہی اختر صاحب کریں، ان کی بے ایمانی کی انہیں اتنی سزا ضرور ملنی چاہیے، اگر رشید اختر صاحب نے ملازمت نہ چھوڑی تو یہ جیل میں ہوں گے.... میں نے تو ان کے لیے یہی سزا تجویز کی تھی، لیکن اگر آپ ان کے خلاف کیس چلانا چاہیں تو بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے۔ آخر سیٹھ ہارون بولے:

"ٹھیک ہے، مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں، البتہ آرام بیگ صاحب کی اجازت بھی لے لینی چاہیے۔"

"مجھے منظور ہے۔" اس نے کہا اور آرام بیگ اور رشید اختر کے چہروں پر رونق آ گئی، تاہم فوراً ہی ان کے چہرے بجھ گئے۔ نئی ملازمتیں تلاش کرنا بھی تو آسان کام نہیں تھا۔

اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی۔ اکرام کے ماتحت سوٹ کیس لے آئے تھے۔ اسے دیکھ کر انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"سوٹ کیس کا یہ سفر بھی عجیب رہا.... واقعی جس مال پر زکوٰۃ دی جائے، وہ ضائع نہیں ہوتا۔"

______ یہ کہہ

کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب سے اجازت لے کر وہ باہر آئے
اور جیپ میں بیٹھے ہی تھے کہ فرزانہ چونک اٹھی:

"ابا جان! وہ ہماری چٹیں تو رہ ہی گئیں۔"

"اوہ ہاں!" انہوں نے کہا اور جیب سے ان کے کاغذ نکال
لیے، پہلا کاغذ کھولا، اس پر لکھا نام پڑھ کر مسکرائے اور
بولے:

"یہ محمود کا ہے اور اس نے بالکل درست اندازہ لگایا ہے اس
نے اختر کبیر کا ہی نام لکھا ہے۔"

"ہائیں! لیکن یہ حضرت تو سیٹھ ہارون صاحب کو مجرم سمجھ
رہے تھے۔"

"وہ تو میں تمہیں الو بنا رہا تھا۔" محمود نے ہنس کر کہا۔

"شاید اس لیے کہ ہم انسانی حالت میں تمہیں اچھے نہیں لگتے۔"
فرزانہ نے جل کر کہا۔

"الو ہو گے تم خود۔" فاروق بھی بول پڑا۔

"اور یہ کاغذ ہے فاروق کا.... اس نے بھی بالکل ٹھیک
نام لکھا ہے، یعنی اختر کبیر کا۔"

"ارے یہ کیا! فاروق تم تو.... تم تو نعمان اور...." فرزانہ ہکلائی۔

"دراصل میں بھی تمہیں الو ہی بنا رہا تھا۔" فاروق نے قہقہہ
لگایا۔

"دھت تیرے کی۔" محمود نے جھلا کر ران پر ہاتھ مارا۔

"اور اب رہ گئی فرزانہ، ذرا دیکھیں اس نے کیا لکھا ہے۔" انہوں
نے کاغذ کھولا اور چونک کر بولے:

"کمال ہو گیا بھئی، اس نے بھی اختر کبیر کا ہی نام
لکھا ہے...."

"کیوں فرزانہ.... دھوکے باز.... تم تو آرام بیگ کو
ہر طرح گھما پھرا کر مجرم ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا
زور لگا رہی تھیں۔" محمود نے اسے گھورا۔

"خدا کی قسم میں نے ایڑی چوٹی کا زور نہیں لگایا۔" فرزانہ
نے فاروق کے انداز میں کہا۔

"میں خوب سمجھتا ہوں، تم میری نقل اتار رہی ہو، دوسرے
لفظوں میں یہ کہنا چاہتی ہو کہ تم بھی ہمیں الو بنا رہی تھیں،
یہ رات بھی کیسی رات تھی، ہم تینوں ایک دوسرے کو الو
بنانے کی کوشش کرتے رہے، لیکن بنا نہ سکے، شاید اس
لیے کہ ہم الو بناتے میں کچھ زیادہ ماہر نہیں ہیں، ویسے
الو بنانے میں زیادہ ماہر ہونے کی زیادہ ضرورت بھی نہیں
ہے، کیوں ابا جان آپ کا کیا خیال ہے۔" فاروق کہتا
چلا گیا۔

"یہی کہ تم الو ہو۔" انسپکٹر جمشید نے ہنس کر کہا اور اس کے سر پہ ایک دھول جما دی، لیکن وہ نہایت تیزی سے نیچے جھک گیا اور ان کی دھول محمود کے سر پہ پڑی۔ وہ جھلا گیا، چیخ کر بولا:

"فاروق! میں اس دھول کا بدلہ تم سے ضرور لوں گا۔"

"لیکن بھئی! یہ دھول میں نے تو نہیں ماری۔"

"بھئی تو، تمہارے ہی لیے، تمہیں ہی اسے وصول کرنا چاہیے تھا۔"

"بھئی کبھی کبھار ڈاک غلط ہی تقسیم ہو جاتی ہے.... جیسے سیٹھ ہارون کے ڈرافٹ.... جیسے ہمارا ایک دوسرے کو الو بنانے کا تجربہ.... تجربہ جو ناکام رہا.... خیر.... ہم یہ تجربہ ایک بار پھر دہرائیں گے اور انشاءاللہ بہت جلد آپس میں کسی نہ کسی کو الو بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

اور انسپکٹر جمشید نے ہنستے ہوئے جیپ سٹارٹ کر دی۔

آیندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز ۳۷

خوفناک مکان

مصنف: اشتیاق احمد

- محمود، فاروق اور فرزانہ لانچ میں سمندر کی سیر کر رہے تھے۔
- اچانک فاروق نے ایک بڑی سی لانچ کو دیکھا۔
- اس بڑی سی لانچ کی طرف ایک اور لانچ بڑھ رہی تھی۔
- بڑی لانچ سے چھوٹی لانچ پر ایک پیٹی لادی گئی۔
- اس پیٹی میں کیا تھا۔
- محمود، فاروق اور فرزانہ نے پیٹی لے جانے والوں کا تعاقب شروع کر دیا۔
- وہ تعاقب کرتے ہوئے کہاں تک پہنچے۔
- یہاں سے ایک حیرت انگیز ناول شروع ہوتا ہے۔
- ۲۰ مارچ کو پڑھیے — قیمت: دس روپے۔